بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلہ دعوت نمبر 4

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ

اس کو غیر اللہ سے پاک ذہنوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ پس یقیناً وہی اللہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ 5/44

معیشت قرآن کی روشنی میں

معیشت قرآن کی روشنی میں

معیشت اور معاش میں فرق۔معیشت اور معاش کا سہ حرفی مادہ ع ی ش ہے۔جس کے بنیادی معنی زندگی گزارنے کے ہیں۔عَاشَ یَعِیْشُ مَعِیْشِۃَ کےمعنی ہیں زندہ رہنا،زندگی گزارنا اورطرزِ زندگی ہے۔اَلْمَعَاشُ وَا لْمَعِیْشَۃَ کا لفظ زندگی گزارنے کیلئے کوئی پیشہ، کام اور ذریعہ روزگار کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔عام سوال کیا جاتا ہے کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے۔یقیناً اس سے مراد پیشہ نوکری اور کاروبار ہی ہوتا ہے۔اب کوئی ان معنوں میں سوال کرے کہ قرآن کا معاش یا معیشت کیا ہے تو بڑا عجیب لگے گا۔کیونکہ قرآن پیشوں اور کاروبار کی کتاب نہیں ہے دوسرے لفظوں میں یہ معاشیات کی کتاب نہیں ہے۔لغت میں معاش اور معیشت کے معنی دونوں انداز میں ملتے ہیں جو میں نے اوپر بیان بھی کر دیئے ہیں لیکن قرآن اپنی لغت خود بھی ہے لہٰذا قرآن نے دونوں الفاظ الگ الگ معنوں میں استعمال کئے ہیں۔قرآن میں معیشت کا لفظ 43/32,28/58,20/124 میں آیا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ۔جو بھی میرے ذکر سے روگردانی کرے گا۔پھر یقیناً اُس کے لئے جہنم والی زندگی ہوگی یعنی قیامت کے دن ہم اُسے جہنم کے اندھیروں میں جمع کریں گے۔20/124 وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَفِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۔ترجمہ۔اِس دنیا میں جو ہدایتِ قرآن سے اندھے رہے وہ آخرت میں بھی اندھے ہوں گے یعنی جنت کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں گے۔17/72۔ وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ م بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا ج فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ م بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا ط وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ ۔ترجمہ۔یقیناً ہم تو بہت سی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو غیر قرآنی طرزِ زندگی پر اتراتے تھے۔پس یہ تباہ شدہ کھنڈرات اُنہیں کے ہیں جو اُن کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر تھوڑے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً وارث ہم ہی ہیں۔28/58۔ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۔ترجمہ۔کیا وہ تیرے رب کی رحمت کا ضابطہ قانون بنائیں گے۔یہ تو ایسا نہیں کر سکتے بلکہ یہ تو ہم نے دنیاوی زندگی کے متعلق اِن کا باہمی زندگی گزارنے کا ضابطہ قانون بنایا ہے۔اور ہم نے اِن کے بعض کو بعض پر درجات کی بلندی عطا کی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں۔یقیناً یہ تیرے رب کا رحمت بھرا قانون ہی بہتر ہے اُن قوانین سے جن پر وہ اجماع کر رہے ہیں۔43/32۔قَسَمَ یَقْسِمُوْنَ کا سہ حرفی مادہ ق س م ہے القسم مصدر ہے۔جس کے معنی عطیہ ،رائے،شک،عادت،بارش،پانی،ہانڈی،گمان،پیدا کرنا اور پھر قوت پا کر یقین کرنے کے ہیں۔عرب سفر کی حالت میں پانی کی کمی کی وجہ سے پانی برابر برابر دینے کے لئے ایک کنکری پانی پینے والے برتن میں ڈالتے تھے۔جب کنکری پانی میں ڈوب جاتی تو وہ پینے کے لئے پانی دیتے تھے۔گویا یہ ایک پیمانہ اور اندازہ تھا جسے وہ القسم کہتے تھے۔وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ اور یہ بڑے عظمت والے قانون کی ایک شہادت ہے اگر تم جانتے ہو 56/76 آیتِ کریمہ میں اللہ نے لَقَسَمٌ ، عَظِیْمٌ کے الفاظ قرآنِ کریم کے لئے استعمال کئے ہیں۔القسم کے بنیادی معنوں میں بانٹنا،تجزیہ کرنا،متفرق کرنا اور اندازہ کرنے کے بھی ہیں اور اندازہ کرنا پیمانہ

بنانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔20/124،28/56 اور43/32 مذکورہ تینوں آیات میں معیشت کا لفظ جس انداز سے استعمال ہوا ہے۔ وہ انسان کی مکمل طرزِ زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔اور معیشت کے مفہوم کو بڑا واضح کر دیتا ہے۔20/124 میں ذکر بمعنی قرآن سے روگردانی مَعِيْشَةً ضَنْكًا (دُکھ والی طرزِزندگی) کی بنیادی وجہ ہے۔یہاں ضنکا معیشت کی صفت یعنی دُکھ والی زندگی مراد ہے۔ ہر دُکھ کا علاج دولت نہیں ہے۔یہ دنیاوی اور اُخروی عذاب والی زندگی سے ڈرایا جا رہا ہے۔تاکہ انسان اس دنیاوی زندگی میں قرآن کی تعلیم کی مکمل اتباع کرے۔28/58 میں اپنی معیشت پر اترانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔ یہاں پھر معیشت سے مراد غیر قرآنی طرزِ زندگی پر اترانا ہے۔اس کا مشاہدہ ہم اپنے معاشرے میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔مال دار ہوں یا غریب اِن غیر قرآنی رسم ورواج میں وہ بڑے فخر سے شرکت کرتے ہیں اور اِن رسومات میں شریک نہ ہونے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔اور یہ غیر قرآنی کام معاشرے میں عزت وتکریم والے کام کہلاتے ہیں جو خواہشات کی اتباع ہے اس غیر قرآنی طرزِ عمل کے لئے یہاں معیشت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔43/32 آیت میں مَّعِيْشَتَهُمْ سے مراد اُن کا آپس میں باہمی زندگی گزارنے کا عمل ہے جس کے بارے اللہ نے فرمایا کہ یہ ضابطہ حیات ہم نے بنایا ہے۔ہم جانتے ہیں کہ کن قوانین کے تحت اُن کی زندگی بہتر گزر سکتی ہے۔

معاش معیشت کا یعنی طرزِ زندگی کا ایک پہلو ہے۔جس میں کمانے کے ذرائع آتے ہیں۔یہ لفظ قرآن میں 7/10، 15/20 اور 78/11 میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕقَلِيْلاً مَّا تَشْكُرُوْنَ ۔اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں تمکن عطا کیا ہے اور ہم نے تمہارے لئے ذرائع معاش پیدا کر دیئے ہیں اور بہت کم ہے جو تم اللہ کی قدر شناسی کرتے ہو۔7/10 وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ اور ہم نے تمہارے لئے اس زمین میں ذرائع معاش مقرر کر دیئے ہیں اور اُس مخلوق کے لئے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو۔15/20 وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور دن ہم نے تلاشِ معاش کے لئے بنایا ہے۔ 78/11 تلاشِ معاش کے لئے انسان جو بھی جدوجہد اختیار کرتا ہے ایک حیوانی تقاضے سے زیادہ اُس کی اہمیت نہیں ہے۔لیکن جب یہی انسان اپنی بھوک مٹانے کے لئے نہیں بلکہ اسے جمع کرنے کے لئے دوسرے انسانوں پر ظلم کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتا تو یہ حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔یہ زیادہ تر حکمران طبقے کا من پسند کھیل ہے۔جس کے لئے وہ کروڑوں روپے الیکشن میں صرف کرتے ہیں۔پھر وہ عوام کے خون پسینے کی کمائی لوٹنے کے لئے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔جو عوام کی خیر خواہی کے نام پر ووٹ لیتے ہیں۔وہ اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ کر بڑی آسانی سے عوام کا شکار کرتے ہیں۔پھر کلبوں اور سٹار ہوٹلوں میں گل چھرے اُڑاتے اور لڈیاں مارتے ہوئے اپنے ووٹروں کا مذاق اُڑاتے نظر آتے ہیں۔یہ انسانوں کا جنگل حیوانوں کے جنگل سے کم نہیں ہے۔یہ سارا کھیل نظریہ ضرورت کی بنیاد پر کھیلا جا رہا ہے جس نے انسان کو مقصدِ زندگی سے دور کر دیا ہے۔انسان کی عزت کا معیار اُس کا کردار اور ایمان نہیں ہے بلکہ ضروریاتِ زندگی کا ڈھیر ہے۔جس کے پاس یہ زیادہ ہے وہ بڑے سے بڑا بدکردار بھی معاشرے میں معزز اور صاحب اقتدار ہے۔نظریہ ضرورت کے متوالوں سے ایمان وکردار کی توقع کرنا سوئی کے نکّے میں سے اونٹ گزارنے والی بات ہے۔ضرورت کی

غلامی انسان سے ایمان اور کردار چھین لیتی ہے اور بد کرداروں سے سمجھوتہ وقت کا تقاضہ قرار دیتی ہے۔ جس سے بُرائی کو قوت ملتی ہے اور ایمان و کردار کا صرف نام، عملی زندگی میں اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مشاہدہ کرنے والی آنکھ نظریہ ضرورت کی عینک سے بچی ہوئی ہے تو اس کا مشاہدہ ہر لمحہ، ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اللہ کی آیات کے مقابلے میں ضرورت قربان کرنے والے اور دوسرے آیات کے مقابلے میں ضرورت کے غلام۔ اس میں امیر اور غریب کی تقسیم نہیں ہے۔ جو اللہ کی آیات کے مقابلے میں دنیاوی ضرورت کا غلام بن جاتا ہے وہی اللہ کے نزدیک ظالم اور کافر ہے۔ خلوص ہوائے نفس کا شکار نہ ہو تو اس بندہء خاکی پر حقیقت کے پردے عیاں ہوتے ہیں ورنہ حکمران ہوں یا عوام ہوں، پیشوا ہوں یا مقتدی ہوں ایمان و کردار سے خالی ہوائے نفس کی سکرین پر اُنہیں مفادِ عاجلہ کے سوا کوئی شے نظر نہیں آتی اور اس کے پیچھے جو آتشِ جہنم انتظار کر رہی ہوتی ہے نظریہ ضرورت کے غلام اُس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ نظریہ ضرورت میں خوشحالیاں بھی ایمان و کردار سے خالی ہوتی ہیں۔ جب آخرت کا یقین آجائے تو فرعون کا ہامانی لشکر مفاد عاجلہ کو قربان کر کے فرعون کے بھرے دربار میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر موسیٰ کی اطاعت کا اعلان کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ ترجمہ۔ اور اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت بن جائیں گے۔ تو ہم اُن کے لئے جو رحمٰن کا انکار کرتے ہیں اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ 33 اور اُن کے گھروں کے لئے دروازے اور صوفے جن پر وہ بیٹھتے ہیں۔ 34 اور یہ سونے کے بھی بنا دیتے۔ یقیناً یہ سب دنیاوی زندگی کا معمولی سامان ہے لیکن آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کیلئے ہے۔ 35 اور جو رحمٰن کے قرآن سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ہم اُس پر شیطان کو مسلط پاتے ہیں۔ وہی اُس کا دوست ہوتا۔ 43/33 تا 43/36 مذکورہ آیاتِ کریمہ سے اللہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس متاع دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کے اعلیٰ ہونے کا معیار سونا، چاندی، محل ماڑیاں اور شاہی اقتدار نہیں۔ یہ انسان کی ضروریاتِ زندگی اور خواہشات ضرور ہیں لیکن مقصدِ زندگی نہیں۔ لوگ خواہشات کی اتباع میں اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو دین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ شیطان بمعنی خواہشات اُن پر مسلط ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ ضرورت مندوں کو تھوڑی سی خیرات دے کر معاشرے میں دین دار بن کر عوام کو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا لیتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ترجمہ۔ خواہشات کی محبت ہی لوگوں کے لئے مزیّن پائی گئی ہے جو عورتوں اور بیٹوں اور سونے اور چاندی کے ڈھیر اور نشان زدہ

سواریاں اور کھیتوں کھلیانوں کو حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ یہ دنیاوی زندگی کا عارضی سامان ہے۔ لیکن اللہ تو وہ ہے جس کے پاس ہمیشہ کے لئے بہترین ٹھکانہ ہے۔ اِن بتا دو۔ کیا میں تمہیں بتا دوں اللہ کی طرف سے ایسی نعمتیں جو ان تمام چیزوں سے بہتر ہیں؟ یہ نعمتیں اُن کے رب کے ہاں صرف اُن لوگوں کیلئے ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یہ باغات ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ اِن میں رہیں گے۔ مزید قسم قسم کی صاف ستھری پاکیزہ چیزیں ہوں گی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔ یقیناً اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے (کہ وہ چندروزہ دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہیں یا میرے وعدے پر اعتبار کر کے متقی بن کر جنت جو ہمیشہ کی زندگی اور ہمیشہ کے باغات حاصل کرنا چاہتے ہیں)۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ دنیا ہی میں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم نے خواہشات کے مقابلے میں تیری بات کو مان لیا ہے۔ پس تو ہماری خواہشاتِ نفس کی کمزوریوں کو دور فرما دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔ **3/14 تا 3/16**۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** اور تم ایمان و کردار میں سستی نہ کرنا اور اپنی مادی کمزوری اور اپنے ہارنے اور نقصانات کا غم نہ کرنا یقیناً تم ہی اعلیٰ ہو بشرطِ کہ تم قرآن کے معیار کے مطابق ایمان والے ہو۔ **3/139** آیت مقدسہ کی رو سے اعلون وغلبہ علمِ وحی کے مطابق ایمان و کردار سے مشروط ہے۔ علمِ وحی کے معیاری ایمان و کردار کی نفی کرنے والے غلبے اور اقتدار کو اللہ نے تسلیم نہیں کیا۔ قرآن میں اس کی مثال فرعون اور موسیٰ کا واقعہ ہے جو ہمارے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ **قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى** ہم نے اعلان کیا تھا کہ اے موسیٰ تم اس فرعون کی حکمرانی اور مال و دولت سے مت ڈرو۔ تم ہی اعلیٰ و غالب ہو۔ **20/68** اب اُن لوگوں کے لئے لمحہ فکر یہ ہے جو بدکرداروں اور ایمان سے خالی لوگوں کی حکمرانی کو غلبہ اور اعلونیت سمجھتے ہیں۔ اللہ اور ایمان والوں کے ہاں یہ صرف علمِ وحی کے مطابق ایمان و کردار سے مشروط ہے۔ موسیٰ سلام' علیہ نہتے، بے سروسامان ایک مطلق العنان بادشاہ کے جاہ و جلال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اُس کے منہ سے نکلا ہوا ہر کلمہ قانون کا درجہ رکھتا ہے جس کی کہیں اپیل نہیں ہے۔ اُس کے مقابلے میں اللہ موسیٰ کو اعلیٰ قرار دے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس واقعہ میں ہمارے لئے کوئی ہدایت اور راہنمائی نہیں ہے؟ سنگِ مرمر کی سلوں کے محلات کے دلدادوں، سونے، چاندی، مال و دولت اور اقتدار کو ایمان کا معیار قرار دینے والوں ذرا بتاؤ تو سہی فرعون کے مقابلے میں موسیٰ کے پاس کیا تھا؟ اگر اس سوال کا جواب دیانت داری کے ساتھ علم کی روشنی میں آپ نے دریافت کر لیا ہے۔ تو یہ معلوم کرنا آپ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ جو لوگ علم و کردار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یقیناً اب بھی وہی اعلیٰ و غالب ہیں اور انبیاء کے مشن پر ہیں۔ بالآخر ایسے متقین کو اقتدار سے بھی اللہ نواز دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ علمِ وحی کے معیاری ایمان و کردار کے بغیر اقتدار اور مال و دولت کو ہی اعلونیت وغلبہ سمجھتے ہیں۔ وہ فرعون کے ساتھی ہیں اور وہ انبیاء کے مشن پر نہیں ہیں کیونکہ اُن کی دولت اور اُن کا اقتدار صرف اپنی نمود و نمائش کیلئے ہے۔ بات بڑی آسانی سے سمجھ آتی ہے کہ اعلونیت وغلبہ علمِ وحی کے مطابق ایمان وعمل سے مشروط ہے۔ مال و دولت اور اقتدار اس کا معیار نہیں ہے۔ اللہ کی آیات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔

مزید غور فرمائیے کہ جب لوگوں نے اللہ کا عذاب آنے کے بعد بھی توبہ نہیں کی تو اللہ نے اُن پر خوشحالیوں کے دروازے کھول دیئے۔ اور خوشحالیاں گمراہی میں اور دور لے گئیں اور اُن کے ایمان وعمل کو سنوارنے میں یہ خوشحالیاں معاون و مددگار ثابت نہیں ہوئیں۔

موجودہ امراء اور صاحبِ اقتدار کا ظلم و استبداد بھی آپکے سامنے ہے جو محتاجِ دلیل نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ۔ پھر اُنہوں نے کیوں نہیں عاجزی اختیار کی جب اُن کے پاس ہمارا عذاب آ گیا تھا۔ بلکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ اور اُن کے لئے شیطان نے وہ بُرے اعمال خوش نما کر دیئے تھے جو وہ کرتے تھے۔ 43 جب وہ اُس کتاب کو بھول گئے جس کے ذریعے نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے اِن پر ہر شے کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اِن نعمتوں کی وجہ سے خوشحال ہو گئے جو اُن کو دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تھا۔ پھر وہ اُس وقت مایوس ہونے والے تھے۔ 44 اس طرح ظالم لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ نسل ہی ختم کر دی گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے جو رب العالمین ہے۔ 6/43,44,45

اللہ نے کافروں کو اس دنیا میں شرک اور بدکرداری کی وجہ سے تباہ کیا تھا ورنہ اُن کی معاشی خوشحالی کا ذکر تو اللہ خود بیان فرما رہے ہیں کہ اُن کی خوشحالیاں اُن کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں۔ اور وہ لوگ جو خوشحال نہیں تھے اُن کے پاس کیا تھا جس کی وجہ سے اُنہیں عذاب سے بچا لیا گیا تھا۔ یہ وہ نقطہ ہے جس سے میں اپنی قوم کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کافروں کی خوشحالیوں کا تذکرہ قرآن میں بطور نمونہ مندرجہ ذیل ہے۔ جو اپنی خوشحالیوں کے ساتھ تباہ ہو چکے ہیں۔

فرعون کی خوشحالیوں کا سورۃ 26 میں تذکرہ۔ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ ترجمہ۔ اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں جو چوکنا رہنے والی ہے۔ 56 پس ہم نے ان کو باغات اور چشموں سے نکال دیا۔ 57 اور خزانوں اور تکریم والے مقام سے نکال دیا۔ 58

قومِ عاد کی خوشحالیوں کا سورۃ 26 میں تذکرہ۔ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ۔ کیا تم ہر لیڈر کا مزار بناتے ہو بطور نشان یہ تم بے کار کام کرتے ہو۔ 128 اور تم بڑی عمارتیں بنا لیتے ہو شاید تم ہمیشگی پا لو گے۔ 129 اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بڑے جبّار بن کر پکڑتے ہو۔ 130 پس اللہ کی نافرمانی سے بچو اور میری اطاعت کرو۔ 131 اور اس کی نافرمانی سے بچو جس نے تمہاری ایسی چیزوں سے مدد کی جسے تم جانتے ہو۔ 132 اس نے تمہاری مدد کی جانوروں اور بیٹوں سے۔ 133 اور باغات اور چشموں کے ساتھ۔ 134 بے شک میں تمہارے بارے ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ 135

قومِ ثمود کی خوشحالیوں کا سورۃ 26 میں تذکرہ۔ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ ترجمہ۔ کیا تم کو اس طرح امن کی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔ 146 ان باغوں اور چشموں

میں۔147اوران کھیتوں اورنخلستانوں میں جن کے پھل پھلدار خوشے بڑے ہاضمے والے ہیں۔148اورتم بڑی مہارت سے پہاڑوں کو تراش تراش کرگھر بناتے ہو۔149پس تم اللہ کی نافرمانی سے بچواور میری اطاعت کرو۔150اورتم حد سے گزرنے والے بدمعاشوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔151جو الارض میں فسادکرتے ہیں اور وہ اصلاح نہیں کر رہے۔ 152

معاشی خوشحالیوں کی دلدادوں کے لئے لمحہ فکر یہ ہے۔وحی کردہ ایمان وکردار کی بنیاد کے بغیر فرعون اور عادوثمود اِن تمام خوشحالیوں کے ساتھ تباہ وبرباد کردیئے گئے کیونکہ اُن کا ایمان وکردار علمِ وحی کے مطابق نہیں تھا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُوالْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ ترجمہ۔کیاسمٰوات و ارض اور جوکچھ اِن کے درمیان ہے سب کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ پھر چاہیے کہ اسباب میں خوب ترقی کرلیں۔یہ بھی ایک ایسا گروہ ہے جو یہاں ہی دوسرے گروہوں کی طرح شکست خوردہ ہے۔جو اِن سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔مثلاً قوم نوح اور عاداور فرعون فوجوں والا۔اورثمود اورقومِ لوط اورا یکہ والے،یہ سب شکست خوردہ گروہ ہیں۔38/10 تا38/13ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ۔کاش بستیوں والے ایمان بالغیب لے آتے اوراللہ کی نافرمانی سے بچتے تو یقیناً ہم اِن پرسمٰوات وارض کی برکات کھول دیتے لیکن انہوں نے تواللہ کے پیغام کو جھٹلایا تھا پھر ہم نے اِن کو پکڑ لیا اس وجہ سے جووہ خلافِ قرآن کام کرتے تھے۔کیا یہ بستیوں والے بےخوف ہوگئے ہیں کہ اِن کے پاس ہماراعذاب رات کے وقت آجائے اوروہ سورہے ہوں۔کیا یہ بستیوں والے بےخوف ہوگئے ہیں کہ اِن کے پاس ہماری گرفت صبح کے وقت آئے اوروہ کھیل رہے ہوں۔کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بےخوف ہوگئے ہیں۔پس اللہ کی تدبیر سے بےخوف صرف تباہ ہونے والی قوم ہی ہوتی ہے۔ 7/96 تا7/99 ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ترجمہ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اِس ہدایت پراُسے چلاتا ہے جو اُس کے بندوں میں سے اِس ہدایت پر چلنا چاہتا ہو۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً جوبھی وہ عمل کرتے ضائع ہوجاتے۔ 6/88

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا شریک ٹھہرانے سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔اللہ اور یومِ آخرت پرایمان کی نفی ہوجاتی ہے تواس کا نتیجہ اللہ کاعذاب ہی ٹھہرتا ہے۔سورہ نمبر26 میں قومِ ثمود وعاد اورفرعون کی خوشحالیوں کا تذکرہ االلہ نے بیان کیا ہے۔اُن کی خوش حالیاں جوایمان اورتقوٰی کی بنیاد پرنہیں بلکہ اللہ کے انکاراور شرکیہ اعمال کی بنیاد پرتھیں۔اس قسم کی خوشحالیاں اللہ کے عذاب کا راہ دیکھ رہی ہوتی ہیں۔اے عقل والو!اِن واقعات سے عبرت حاصل کرو۔اللہ نے عذاب سے بچنے کا کلیہ بھی

7/96 میں اپنے بندوں کو بتا دیا ہے۔ کاش یہ بستیوں والے اللہ پر ایمان بالغیب لاتے اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے تو ارض و سمٰوات سے عذاب نہ آتے بلکہ برکات کا نزول ہوتا۔ ماانزل اللہ کتاب کو چھوڑ کر غیر اللہ کی کتاب سے ہدایت لینا۔ اُسے کتاب اللہ کے برابر ٹھہرانا 6/88 آیت کے مطابق شرک کہلاتا ہے کیونکہ اللہ نے اسی کتاب کو ہدایت قرار دیا ہے۔ خلوص ہوائے نفس کا شکار نہ ہو تو اس بندۂ خاکی پر حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ معاش موجودہ زمانے میں نہیں بلکہ اس کو ہر دور میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اب بھی صورتِ حال یہی ہے کہ کوئی فرد ہو یا قوم اُس کی عزت و وقار ایمان و عمل سے نہیں ہے بلکہ کردار کی بجائے اُس کی معاشی ترقی کی مرہونِ منت ہے۔ لہٰذا پورے کرّہ ارض میں مہذب اور پڑھے لکھے ڈگری ہولڈر افراد ہوں یا اقوام اقتدار اور معاشی ترقی کا ٹارگٹ حاصل کرنے کے لئے ان میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور کسی قسم کی بھی انسانی اقدار کو پامال کرنے سے دریغ نہیں کیا جا رہا۔ ایمان و کردار کا کہیں نام و نشان تک نہیں نظر آتا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے اور سب جانتے ہیں کہ معاشی ترقی کا دارومدار کاروباری حلقے میں لوگوں کی مصروفیت کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے لیکن یہاں تو معاملہ لوگوں کے گلے کاٹ کر بھی اقتدار اور مال و دولت حاصل کرنے کا رواج اس لئے پنپ رہا ہے کہ لوگوں کے ہاں ایمان و کردار کی بجائے عزت و وقار کی علامت معاشی خوشحالی اور اقتدار ہی کو سمجھا جا رہا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اللہ کے ہاں عزت و وقار صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ اللہ کے ہاں جس خوشحالی اور اقتدار میں تقویٰ نہیں ہے وہ حرام ہے۔ اب ٹھنڈے دل سے غور کریں کیا قرآن کوئی معاشی نظام دیتا ہے یا یہ اخلاقی قدروں پر مشتمل ایک نظام دیتا ہے۔ جب ہم کسی سے ملتے ہیں اور سوال کرتے ہیں۔ بھائی آپ کا معاش کیا ہے؟ جواب ملتا ہے میں سائیکلوں کو ٹھیک کرنے کا کام کرتا ہوں، دکانداری کرتا ہوں، پلمبر ہوں، کارپینٹر ہوں، انجنیئر یا ڈاکٹر ہوں۔ اور اس قسم کے بہت سے پیشے ہیں۔ قرآن میں ان پیشوں کی کوئی تعلیم نہیں دی گئی جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکیں کہ یہ ہنر سازی اور صنعت سازی کی کتاب ہے۔ بس جس نے یہ سیکھ لی اُسے کوئی معاشی مسئلہ نہیں رہے گا۔ یہ معاشیات کی کتاب نہیں ہے یہ اخلاقی اقدار پر مشتمل ہدایت کی کتاب ہے۔ لہٰذا اسے ہدایت ہی کی کتاب رہنے دیں تو بہتر ہے ورنہ نہ ہدایت رہے گی اور نہ معاش رہے گا۔

معاش کے لفظ میں جو کاروباری زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ قرآن لا تشرک باللہ اور آخرت پر ایمان کے بنیادی نظریے کے ساتھ معاشی کاروبار میں اللہ کو حاضر ناضر جانتے ہوئے دیانت و امانت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہی اقدار معاشی نظام کی اساس ہیں۔ اِن اقدار پر عمل کئے بغیر معاشی خوشحالی کے باوجود ہلاکت قوموں کا مقدر بنا ہے۔ ہلاکت کی گھنٹی بج رہی ہوتی ہے مگر معاشی خوش حالی میں اس کی صدائے بازگشت سنائی نہیں دیتی۔ اُن کو صرف اُس وقت پتہ چلتا ہے جب تباہی اُن کے گھروں میں داخل ہو جاتی ہے۔ اُن کی معاشی خوش حالی بھی اُن کو ہلاکت سے بچا نہیں سکتی۔ یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ معاشی خوش حالی کسی انسان کے مومن اور صالح ہونے کی سند نہیں ہے۔ قرآن اس کی نفی کرتا ہے تو ہم ایمان و عملِ صالح کو معاشی خوش حالی کے تابع کیوں کریں۔ مادیت پرست کمیونسٹ (جو ایمان بالغیب اللہ اور آخرت کو نہیں مانتا) نے معاشی نظام کو ایک سائنسی نظریہ قرار دے کر عملِ صالح بھی اسی کے تابع کر دیا ہے۔

لہٰذا اس گروہ کا مذہبی نظریاتی اصول ہے کہ معاشی خوشحالی ہی عملِ صالح کی بنیاد ہے۔ جب کہ مشاہدہ اس کا بالکل اُلٹ ہے۔ کرّہ ارض کا خوش حال طبقہ ہی لوٹ کھسوٹ اور کرپشن کے اعلیٰ معیار پر فائز نظر آتا ہے۔ لہٰذا کردار سازی کے لئے معاشی خوشحالی والا کلیہ درست نہیں ہے۔ اس کلیے کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی بھی خوش حال انسان بدکردار نہ ہو۔ قرآن میں عملِ صالح کی قوتِ محرکہ اللہ کی زبردست حکمرانی کو تسلیم کرنا اور آخرت میں اللہ کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے پیشی کے خوف سے ڈرنا ہے۔ اس بات پر کامل یقین رکھنا کہ ہر کام کی جزا و سزا ملے گی اور اُس سے کوئی چھڑانے والا نہیں ہے۔ کردار سازی میں علمِ وحی کے مطابق سزا کا خوف اور عملِ صالح پر انعام و اکرام کردار کی سمت درست کرتا ہے۔ اس پر پورا یقین کردار میں وہ حسن پیدا کرتا ہے کہ معاشرے میں ظلم و ستم کا نشان باقی نہیں رہتا۔ ہر آدمی دوسرے کے لئے کچھ کرنے کی فکر میں ہوتا ہے کیونکہ اُسے آخرت میں اس کا بدلہ ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف بے یقینی کی کیفیت، دوسروں سے سب کچھ چھین کر صرف اپنی خوشحالی کا بندوبست کرنے کا منظر آپ کو نظر آ رہا ہے یہ مشاہدہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔

78/11,15/20,7/10 مذکورہ تینوں آیات میں لفظ معاش کا ذکر پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اللہ نے انسان کے لئے کائنات میں ذرائع معاش کے جو وسائل پیدا کئے ہیں۔ اُن کا تذکرہ بطورِ احسان کیا ہے۔ یہ اللہ کا اتنا بڑا تعارف ہے کہ انسان کو بلا چون و چراں اللہ کی بات مان لینی چاہیے اور اُس کی حکمرانی تسلیم کرنی چاہیے۔ انسان نے ایسا نہیں کیا۔ قرآن کا انکار کیا اُس کے شریک بنائے اور من چاہی زندگی گزارنے کا پروگرام بنایا۔ لہٰذا معاش پوری کائنات میں بکھرا پڑا ہے اور اُسے اکٹھا کرنے کی صلاحیت بھی ہر انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کر دی گئی ہے۔ قرآنی آیات کے مطابق معیشت سے مراد مکمل طرزِ زندگی ہے جو مکمل طور پر ایک ضابطہ حیات کی شکل میں اللہ کی طرف سے نازل شدہ قرآن ہے۔ قرآن میں معیشت کا لفظ 43/32,28/58,20/124 آیات میں آیا ہے۔ **نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا** 43/32 ترجمہ ہم نے اِن کی دنیاوی زندگی میں باہمی زندگی گزارنے کا قانون بنایا ہے۔ 43/32۔ معاش معیشت کا ایک پہلو ہے۔ سہ حرفی مادہ کے ایک ہونے کی وجہ سے معنی میں مماثلت سے مغالطہ لگتا ہے جس کو قرآنی لغت نے دور کر دیا ہے۔

لہٰذا معاش ذریعہ روزگار کائنات میں تخلیق شدہ ہے۔ یہ صرف تلاش اور جستجو ہے جو صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام جاندار وں کے لئے ہے کہ وہ اپنا رزق خود تلاش کرتے ہیں۔ یہ ایک حیوانی جبلت ہے جس کی صلاحیت ہر جاندار کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ** 11/6 اور کوئی بھی زمین میں جاندار نہیں مگر اُس کو رزق حاصل کرنے کی صلاحیت دینا اللہ پر فرض ہے۔ اُس کے عارضی ٹھہرنے کی جگہ اور اُسکے سونپے جانے کی جگہ وہ جانتا ہے۔ یہ سب کچھ واضح کائناتی کتاب میں موجود ہے۔ 11/6 انسانوں میں کم اور زیادہ کمانے والے طاقت ور اور کمزور طبقات ہوتے ہیں۔ ضابطہ وحی طاقت وروں کو کمزوروں کے تحفظ کا حکم دیتا ہے۔ اُن کے لئے قرآن میں سختی سے حکم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ

ترجمہ:اے ایمان والو! خرچ کرو اِس میں سے جو ہم نے تم کو صلاحیت دی ہے اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی سودے بازی اور نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش ہوگی یقیناً سب کافر ظلم کرنے والے ہیں۔2/254 انفاق فی سبیل اللہ آخرت کے تصور اور انذار کے ساتھ اللہ کی وحی کردہ اخلاقی قدر ہے۔جس پر عمل کئے بغیر کمزوروں کا تحفظ ناممکن ہے۔قرآن اس کو صدقے اور خیرات کے نام سے موسوم کرتا ہے۔یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے دوسروں کے اختیار میں اضافہ ہوتا ہے اسے خیر کہتے ہیں اور انفاق کرنے والے کے ایمان کی تصدیق ہوتی ہے اسے صدقہ کہتے ہیں۔اگر انفاق فی سبیل الطاغوت ہو(8/36) جو کافر اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے کرتے ہیں۔ایسا انفاق اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے ہوتا ہے جو غیر اللہ کی حاکمیت کو پروان چڑھاتا ہے۔اگر انفاق کے معنی مطلق کھلا رکھنے کے لئے جائیں تو کافروں کا مال و دولت کو کھلا رکھنا اللہ کی راہ میں رکاوٹ کا باعث کیسے بن سکتا ہے۔لہٰذا انفاق کے معنی مطلق کھلا رکھنا قرآنی لغت کے سراسر خلاف ہے۔اس کے معنی خرچ کرنے کے ہیں اور کتنا خرچ کرنا ہے اس کا بھی کلیہ اور اصول قرآن میں درج ہے۔ارشادِ ربانی ہے۔وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے نہ باندھ کہ خرچ نہ کر اور نہ ہی اسے پورا کھول کہ اپنے پاس کچھ نہ بچے پس تو ملامت زدہ حسرت زدہ بیٹھا رہے۔17/29 ارشادِ ربانی ہے۔اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ بے شک ہم صرف اللہ کی خاطر تم کو کھلاتے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ کے متمنی ہیں 76/9۔

انفاق فی سبیل اللہ میں احسان جتانا تو دور کی بات ہے شکریہ کا متمنّی ہونا بھی ایمان کا تقاضہ نہیں ہے۔یہ کافروں کا رویہ ہے کہ وہ خیرات اور انفاق اپنا غلام بنانے کے لئے کرتے ہیں۔امریکہ اور مغربی ممالک کا غریب ملکوں پر انفاق اپنی شرائط پر ہوتا ہے۔ہمارے ملک میں انفاق ووٹ لینے کے لئے ہوتا ہے۔قوم کے ٹیکس سے بننے والے ترقیاتی کاموں پر اپنی نامی گرامی تختی لگا دیتے ہیں۔یہ سب دکھاوے کے کام ہوتے ہیں جو مومن نہیں کرتے۔وہ اللہ کا حکم اور اخلاقی قدر پر عمل کر کے اپنا فرض نبھاتے ہیں۔اس لئے اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کرنے والوں کے لئے کامیابی کی ضمانت ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں سب کچھ چھوڑ دیں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد بھی کریں۔اللہ کے ہاں درجے کے لحاظ سے یہی لوگ عظیم ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ 9/20 اللہ مال و جان دینے والوں کو دعوت دے رہا ہے۔لینے والوں کو بھیک مانگنے کا حکم نہیں دے رہا۔ایمان والوں کو قناعت پسندی کی وجہ جاہل اُنہیں اغنیاء سمجھتے ہیں ارشادِ ربانی ہے۔لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُھُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُھُمْ بِسِيْمٰھُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اُن فقراء کے لیے صدقات ضروری ہیں جو تعلیمِ قرآن کے لیے اللہ کی راہ میں روکے گئے اور وہ زمین پر سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جاہل لوگ ان کو قناعت پسندی کی وجہ سے دولت مند سمجھتے ہیں۔تُو اِن کو اِن کے حالات سے پہچان لے گا۔وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر نہیں مانگتے اور جو بھی تم قرآن کے مطابق خرچ کرو گے پھر یقیناً اللہ اس کے بارے علم رکھنے والا ہے۔2/273 کمانے کیلئے

جدوجہد کرنا بھی اللہ کی راہ میں اپنی قوت خرچ کرنے کے مترادف ہے۔فضول خرچی سے بچنا اور اسراف نہ کرنا بھی معاشی خود کفالت کا ایک پہلو ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا فضول خرچی نہ کرو۔اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا یقیناً فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا انکار کرنے والا ہے۔17/27 خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش نہ کرنا۔کمانے کی جدوجہد نہ کرنا اور دوسروں کی کمائی پر نظریں جمائے رکھنا۔قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ارشادِ ربانی ہے۔وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۔ اُس نے زمین میں اِسکے اوپر پہاڑ رکھ دیے اور اس میں برکت دی ہے۔اور اس میں اِس کی قوتوں کا پیمانہ مقرر کر دیا ہے۔یہ کام چار دن میں مکمل ہوا۔تمام جدوجہد کرنے والوں کیلئے برابر مواقع ہیں۔ 41/10

آیتِ مذکورہ میں سائلین کا لفظ جدوجہد کرنے والوں کے لئے ہے۔لہٰذا اللہ نے اس زمین میں جدوجہد کرنے والوں کیلئے وسائلِ رزق برابری کی بنیاد پر رکھ دیئے ہیں۔کاہلوں اور کام چوروں کے لئے کچھ نہیں ہے۔جدوجہد کرنے والے ہی زمین سے معدنیات نکالتے ہیں اور محنت کر کے زمین سے فی ایکڑ پیداوار بھی زیادہ لیتے ہیں۔اللہ کے عطا کردہ وسائل سے رزق حاصل کرنے کے بعد اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۙ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۙ ترجمہ۔اور جو لوگ اپنے مالوں میں حق سمجھتے ہیں۔24 محنت کرنے والے کا بھی اور معذور افراد کا بھی۔70/25 اسلامی معاشرے میں محنت کرنے والے کی مزدوری سے اُس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو جاتی ہیں اور وہ ہاتھ پھیلانے والا نہیں ہوتا۔اور معذور افراد کی ضروریاتِ زندگی اُن کے گھر پہنچائی جاتی ہیں۔اُنہیں بھیک نہیں مانگنی پڑتی۔اسلامی معاشرہ میں قرآن نے یہ معاشی نظام کا نمونہ بتایا ہے۔بہر حال یہ بات اللہ کی طرف سے طے شدہ ہے کہ وسائل واسباب کی ترقی کے بعد جہاں اللہ کی حکمرانی نہ ہو۔قرآنی تعلیم کا نفاذ نہ ہو اللہ کے شریک ٹھہرائے جائیں تو ایسی قومیں اللہ کے عذاب کی زد میں ہوتیں ہیں۔قرآن میں بڑا واضح انذار کیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۚ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ ترجمہ۔کیا اُن کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب عطا کرنیوالا ہے۔(9) یا سمٰوات وارض اور جو کچھ اِن کے درمیان ہے سب کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ پھر چاہیے کہ اسباب میں خوب ترقی کر لیں۔(10) یہ ایک گروہ ہے جو یہاں ہی دوسرے گروہوں کی طرح شکست خوردہ ہے۔(11) جو اِن سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔مثلاً قومِ نوح اور عاد اور فرعون فوجوں والا۔(12) اور ثمود اور قومِ لوط اور ایکہ والے۔یہی شکست خوردہ گروہ ہیں۔(13) نہیں ہیں یہ سب مگر انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا پھر عذاب ثابت ہو گیا۔38/14

اب آیئے ذرا قرآن سے پورے نظام کے بارے سوال کریں کہ اُس کی کیا منشاء ہے۔کیونکہ قرآن نے تو اُن لوگوں کا خصوصی ذکر کیا ہے جو معاشی طور پر خوشحال تھے اور اللہ نے اُن لوگوں کو عذاب سے دوچار کر دیا۔اگر قرآن پر غور وفکر سے کام لیا جائے تو آغاز ہی

میں ہمیں نظام قرآن کی روشنی مل جاتی ہے لیکن جب عقل ہوائے نفس کا شکار ہو تو پورا قرآن پڑھنے کے بعد بھی ایمان اور عملِ صالح سے قطع نظر انسان میں حیوانی جبلت کا جذبہ محرکہ ٹھاٹھیں مارتا ہے اور وہ روٹی کپڑے اور مکان سے آگے نہیں سوچتا۔ اگر انسان صرف روٹی کپڑا اور مکان کی بنیادی ضرورت تک محدود ہو تو پھر بھی انسان کو حیوان ہی کہا جا سکتا ہے۔ جس قسم کی روٹی، کپڑا اور مکان ہمارے ارباب اقتدار کے پاس ہے ایسی روٹی اور کپڑا اور مکان دوسرے انسان کو قتل کر کے دستیاب ہوتا ہے۔ یہ صورتِ حال حیوان سے بھی بدتر ہے۔ اسلام میں تو اربابِ اقتدار مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔ پھر مجبور ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ یہ روٹی، کپڑا اور مکان کی بات نہیں ہے۔ یہ ہوائے نفس ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جس میں ایمان و کردار کی معمولی سی بھی جھلک نہیں ہے۔ ان حالات میں عوام سے روٹی کپڑا اور مکان چھیننے کا پروگرام ہوتا ہے۔ جہاں اربابِ اقتدار کے گورنر ہاؤس، صدارتی محل اور وزیرِ اعظم ہاؤس ایکڑوں پر محیط ہوں اور اُن کی سیکورٹی اور انتظام و انصرام کے لئے باقاعدہ ایک فوج درکار ہو اور ملک کا سارا ٹیکس ان کی آؤ بھگت میں صرف ہوتا ہو۔ اور یہی لوگ عوام کے لئے روٹی، کپڑے اور مکان کی بات کرتے ہوں اور اپنی عیش وعشرت میں اور پروٹوکول میں ذرا سی کمی بھی برداشت نہ کریں۔ اور عوام پھر بھی اِن کرپٹ لوگوں کو اپنا نجات دہندہ اور قائد تسلیم کرتی ہو تو یہ مردہ قوم کی علامت ہے کہ حکمرانوں کے ساتھ عوام بھی کرپشن اور کرپٹ لوگوں کے ساتھ مفاہمت کر چکی ہے۔ اِن حالات میں لوگوں کو زندہ کرنے کیلئے تعلیم وحی کی ضرورت ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ ہم اس روشنی سے محروم نہیں وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ جو لوگ اس قرآن کی روشنی سے مالا مال ہیں وہ حکمرانوں اور عوام کے سامنے قرآن کی نازل شدہ آیات رکھ دیں شاید وہ آخرت کی جواب دہی سے ڈر جائیں اور کرپشن سے توبہ کر لیں۔ کوئی ملک اور قوم غریب نہیں ہوتی صرف اور صرف کرپشن قوموں کو غلام اور غربت کی دلدل میں دھکیل دیتی ہے۔ آیئے قرآن سے پوچھیں کہ وہ ایک فلاحی ریاست کا کیا نظام دیتا ہے۔ جس میں ہر انسان کو صرف روٹی، کپڑا اور مکان ہی نہیں بلکہ عزت و تکریم، عدل و انصاف، صحت اور تعلیم وغیرہ کی تمام سہولتیں دستیاب ہوں گی۔ اس بات سے کون واقف نہیں کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قرآنِ عظیم کی ہر ہر سورۃ کا عنوان ہے۔ آغاز ہی میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ کبھی اللہ کے اسم پر غور کیا ہے۔ پڑھتے ہیں مگر مطلب سے ناواقف ہیں۔ جب عنوان ہی سے بے خبری ہو تو قاری زیرِ عنوان کیا سمجھے گا۔ اسم کے بارے مختصر سی معلومات جو نظامِ قرآن جاننے کے لئے سونے کی کنجی ہے اور عنوانِ قرآن ہے۔ اس پر غور کریں ۔

اسم : اسم کا سہ حرفی مادہ س م و ہے سَمَا ، یَسۡمُوۡ، سَموًا بلند ہونا۔ (مصباح، منجد) بلند ہونا **To rise high**
اَسۡمٰی کے معنی بلند کرنا۔ الاسم وہ لفظ ہے جو کسی جوہر یا عرض کی تعین و تمیز کے لیے وضع کیا ہو۔ لہٰذا اسم وہ ہے جس سے مسمّٰی کا ذکر بلند ہو اور اِس سے اُس کی پہچان ہو یہ اُس کا تعارف ہے۔ جوہر و عرض، ذات و صفات، فعل و احکام پر برابر اس کا استعمال ہے **بسم اللّٰہ** اللہ کے اسم سے مراد اس کا ذاتی تعارف اس کے افعال و احکام مراد ہیں لہٰذا یہ ہر سورۃ کا عنوانِ مبارک **بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم** ہے۔ اللہ ذاتی اسم ہے اور تعارف رحمٰن اور رحیم فعلان اور فعیل کے وزن پر اللہ کے تخلیقی افعال ہیں۔ اس نے انسان کے پیدا

ہونے سے پہلے نشوونما کے سامان بن مانگے بغیر محنت کے پیدا کر دیئے یہ الرّحمان ہے اور محنت کا بدل ایک دانے سے کسان کو کتنے دانے عطا کرتا ہے الرّحیم کا فعلِ رحمت ہے۔ لہٰذا **بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم** کے عنوان کے تحت القرآن کی ہر سورہ میں اللہ کا تعارف ہے جو کہ کائنات میں اللہ کے فعل کا تذکرہ اور اللہ کے احکام ہیں جو کہ سورۃ کے عنوان کے عین مطابق ہے۔ سلیمان سلامٌ علیہ نے ملکہ سبا کی طرف جو کتابِ کریم بھیجی تھی وہ اللہ کی وحی شدہ کتاب تھی جس کے بارے ملکہ نے کہا تھا **اِنَّہٗ من سلیمان** یہ کتاب سلیمانؑ کی طرف سے ہے **اِنَّہٗ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم** یقیناً یہ کتاب **بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم** ہے یعنی اس کا عنوان **بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم** ہے **27/30** یہ عنوانِ سورہ ہے اور عنوانِ کتاب ہے لہٰذا اس لیے اس کی وضاحت یہاں کر دی گئی ہے کہ اللہ کا اسم بامسمّٰی جس سے اللہ کا ذکر بلند کیا گیا ہے وہ (**اِنَّہٗ لکتٰبٌ عزیز 41/41**) القرآن الحکیم ہے۔ وہی بن مانگے سب عطا کرنے والا اور محنت کا بدلہ بھی دینے والا ہے فرمایا **لِلّٰہِ الاسماءُ الحسنی فَادْعُوہُ بِھا 7/180** تمام حسین تعارف ذات کے حوالے سے ہوں یا آیات کے حوالے سے ہوں وہ سب اللہ کے لیے خاص ہیں تم اُسے ذات و آیات کے حوالے سے جو اُس نے خود اپنے آپ کو وحی کے ذریعے متعارف کرایا ہے۔ تم اُس کی طرف دعوت دو باقی جو کچھ لوگوں کی اپنی خود ساختہ کتابیں ہوں یا ان کی اللہ کے بارے کوئی رائے ہو **وہ من دونہٖ ہے وہ سمیتمُو ھا انتم وَ اباءُ کُمْ 12/40** کہہ کر رد کر دیا گیا ہے۔ زیرِ عنوان آغازِ قرآن **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** سے شروع ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا تعارف ہے جو قرآن کی ابتدا ہے اور منشورِ قرآن ہے۔ حاکمیت **(2/30)** صرف اللہ کی ہے۔ جو عالمین کو خلق کرنے کے بعد راہِ ہدایت متعین کرنے والا ہے ۔ کیونکہ وہ جانتا ہے اور تم سب بے علم ہو۔ **2/232**

الحمد : بطور مصدر حاکمیت کے معنی ہیں۔ **2/30** میں ملائکہ کا کہنا **نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ** ہم تیری حمد کے مطابق تسبیح کرتے ہیں۔ **سَبَّحَ** کا معنی جدوجہد کرنا، کوشش کرنا، تیرنا کے ہوتے ہیں لہٰذا ملائکہ جو کوشش اور جدوجہد کریں گے وہ اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے کیونکہ وہ اللہ کے غلام ہیں۔ لہٰذا آیت کا ترجمہ ہوگا کہ ہم تیرے حکم کے مطابق جدوجہد کرتے ہیں اور یہ ترجمہ کہ تیری تعریف کے مطابق جدوجہد کرتے ہیں مناسب نہیں لگتا۔ اس لیے ہم نے **الحمد** کے معنی حاکمیت کیے ہیں۔ اس طرح **حَمَّدَ** کے معنی حکم دینے کے ہیں **مَحَمَّدٌ** بابِ تفعیل سے اسم مفعول ہے جسے حکم دیا گیا ہے۔ یعنی نزولِ قرآن قلبِ محمد سلامٌ علیہ پر نازل ہوا ہے اور ہماری جدوجہد اللہ کی حاکمیت قائم کر کے عباد الرحمٰن بننا ہے ربوبیت کرنا اللہ کا کام ہے اس لیے ہم رب نہیں عبد ہیں۔ عبد بننا وحی کا بابِ اوّل ہے۔ نظامِ قرآن کی بنیاد اور خشتِ اوّل ہے۔

ربّ العالمین : مرکب اضافی ہے "العالمین" عالَم کی جمع ہے۔ عالم وہ نشان یا علامت ہے جس سے کسی شے کو جاننے کی مدد ملے۔ کائنات میں بے شمار مخلوق ہے ہر مخلوق ایک عالَم ہے ایک جہان ہے جس پر غور کرنے سے ایک خالق و مالک "رب" کی پہچان ہوتی ہے۔ اور رب کیا ہے ؟ **20/50** میں موسیٰؑ فرعون کے سوال کا جواب دیتے ہیں **قال ربنا الذی اعطیٰ کُلَّ شیءٍ خلقہٗ ثمّ ھدیٰ** "ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی صورت و شکل عطا کی پھر اس کو ھدایت بھی دی۔" رب پیدا

کر کے ھدایت یعنی اس کا راستہ بھی مقرر کرتا ہے۔جو پیدا نہ کرسکے پھر وہ خود ہدایت کا محتاج ہو رب نہیں ہوسکتا لہٰذا رب العالمین سارے جہانوں کو پیدا کر کے اُن کا راستہ بھی مقرر کرنے والا ہے۔ جیسے سورج، چاند، ستارے ہمارے سامنے کیسے اپنے راستوں پر چل رہے ہیں۔اللہ نے ان کو پیدا کیا پھران کا راستہ بھی مقرر کردیا۔قرآن کا یہی یک نقاطی ایجنڈا ہے کہ ہم نے صرف اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے کام کرنا ہےاور جان و مال کی قربانی دینی ہے۔قرآن سے پوچھ کر ہر قدم اُٹھانا ہے۔اللہ ہی ہمیں ہدایت دے گا اور بتائے گا کہ اللہ اور بندے کا آپس میں کیا تعلق ہے۔انسان اور کائنات کا آپس میں کیا رشتہ ہے۔انسانوں کی آپس میں کیا رشتے داری ہے۔کس کی اطاعت ہےاور کس کی نافرمانی ہے۔محبت اور نفرت،دوستی اور دُشمنی کا معیار کیا ہے۔امن اور جنگ کا پیمانہ کیا ہے۔کیونکہ وہی علم والا ہےاور تم بےعلم ہو۔ 2/232 یہی وحی کردہ نظامِ زندگی ہے۔یہی تو وہ نظامِ فطرت ہے جو اللہ نے انسان کے لئے نازل کیا ہےلیکن انسان اس کتاب سے راہنمائی نہیں لیتا۔روٹی کمانے اور کھانے کے لئے تو کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔حیوانات یہ کام کرتے ہیں اور اُن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔یہ حیوانی جبلت ہے۔

لہٰذا انسان بھی بغیر کتاب کے یہ کام کرسکتا ہےاور یہ صلاحیت حیوانوں سے کہیں زیادہ انسان میں ہے۔لیکن وحی کردہ حلال ذرائع اختیار کرنا اور اپنی کمائی میں سے دوسروں پر خرچ کرنا۔یہ سب اللہ کا حکم سمجھ کر کرنا عبادالرحمان کا کام ہے جس کا عہد اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہے۔یہ میثاق اللہ کی کتاب کے ذریعے ہے۔جس معاشرے میں اللہ کی نفی ہو۔اللہ کا طے شدہ اخلاقی ضابطہ نہ ہو وہ ہزار خوشحالیوں کے باوجود بدمعاشوں کا نظامِ درندگی ہے جس میں رحمان کی بجائے خواہشاتِ نفس کی اتباع ہوتی ہے۔اللہ کے نظام کی بنیاد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا اقرارِ حاکمیت اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا عملی مظاہرہ ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم (7/172) کا سوال جو میثاق الکتاب ہے اور یہ نوعِ انسان سے نسل درنسل لیا گیا تھا اور انسان نے ہمیشہ اسے توڑ کر اللہ کی نافرمانی کر کے فاسقین کا کردار ادا کیا ہے۔اب یہی کردار اُمتِ مسلمہ ادا کررہی ہے۔یہ میثاق روحوں سے نہیں لیا گیا تھا۔یہ میثاق دنیا میں شعوری حالت میں بذریعہ کتاب لیا گیا تھا۔اور اُمتِ مسلم کا یہی میثاق اِیَّاکَ نَعْبُدُ بذریعہ قرآن ہے کہ ہم تیری ہی غلامی اختیار کرتے ہیں۔لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ کوئی کام بھی اللہ یعنی کتاب اللہ سے پوچھ کر نہیں کرتے اور اللہ سے کئے ہوئے میثاق کا کوئی خیال نہیں کیا جا رہا۔اللہ سے کیا ہوا عہدو پیمان ٹوٹ گیا اور اللہ کی غلامی سے چھٹی ہوگئی ہے۔صرف اللہ کی غلامی اختیار کرنے کا میثاقِ کتاب ہی وہ ایک سجدہ تھا جو ہزار سجدوں سے نجات دینے والا تھا۔جسے آج اُمتِ مسلمہ بھی پس پشت ڈال کر غیر اللہ کی غلامی میں جکڑی نظر آرہی ہے۔اللہ رسول اور قرآن کو ماننے کے باوجود وہ بابِ انکار پر کھڑی ہے۔خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔تفرقہ اور غیر اللہ کی غلامی عروج پر ہے۔اُمتِ مسلمہ آپس میں دست وگریباں قتل و غارت گری میں مصروف فساد فی سبیل اللہ کررہی ہے۔جہادِ فی سبیل اللہ تعلیمِ قرآن کے بغیر ناممکن ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا کَبِیْرًا ترجمہ پس تو کافروں کی اطاعت نہ کر اور ان کافروں سے قرآن کے ذریعے بہت بڑا جہاد کر۔52/ 25

اس لئے یہ بات کہنے میں ہر فرد کو بے باک ہو کر اس کینسر کی نشان دہی کرنی ہے کہ اس وقت اُمتِ مسلمہ میں کوئی بات بھی اتحاد کی طرف جانے والی نظر نہیں آرہی کیونکہ متحد کرنے والی کتاب میں جب فرقہ بندی کے خلاف دلائل آتے ہیں تو کوئی فرقہ بھی

اپنی فرقہ واریت سوچ ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔بڑے بڑے مخلص اورقوم کے درد مند لیڈران اورمفکر و دانشور بلا سوچے سمجھے فرقہ وارانہ ہم آہنگی پرزور دیئے جارہے ہیں ۔فرقہ وارانہ ہم آہنگی دو متضاد الفاظ کا استعمال کرکے گویا آگ اور پانی کو اکٹھا کرنے کی کوشش ہے جو کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔گویا دعوت قرآن کی طرف ہونی چاہیے کہ تمام اُمتِ مسلمہ اپنی فرقہ وارانہ سوچ ترک کریں اور نظری فکری ہم آہنگی پر زور دیں اگر یہ ممکن نہیں تو ہر انسان کو نظری فکری آزادی کا حق دیں اور دوسروں کے نظریات کو سننے کی برداشت پیدا کریں۔کسی شخص پر بھی ذاتی یا ریاستی خوف و ہراس کے ذریعے اپنا نظریہ جبراً نہ ٹھونسیں۔جمہوری ملک میں یہ ہر فرد کا قانونی حق ہے اس قانون پر بھی عمل درآمد کرانے کے لئے حکومتیں بے بس ہیں۔اپنے بنائے ہوئے قوانین کی بالادستی بھی ماننے کے لئے نہ عوام اور نہ حکمران تیار ہیں۔

کوئی بھی معاشرہ یا ریاست کسی انتظامی ڈھانچے اوراداروں کے بغیر نہیں چل سکتا۔اِن اداروں کے ذریعے ملک کا انتظام امانت ،دیانت، عدل اور شہادتِ حق کی بنیاد پر چلے گا۔اللہ کو حاضر و ناظر مانتے ہوئے اور آخرت میں اللہ کے سامنے جواب دہی سے ڈرتے ہوئے اللہ کے عبد کی حیثیت سے وفاداری کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو اداروں میں نبھانا اسلامی نظام کہلائے گا ورنہ غیر اسلامی ہے۔کاروبارِ حکومت چلانے کے لئے معاشی نظام کی طرف جو اشارہ کیا جاتا ہے وہ اسلامی حکومت میں ایک مالیاتی آمدو خرچ کا نظام ہے۔اس نظام پر تفصیلی گفتگو سے پہلے ریاست کے تین اور انتظامی ستون ہیں جن کا ذکر کئے بغیر معاشی نظام کا تصور بے معنی سی چیز ہے۔ایک آزاد ریاست ایک قطعہ زمین اور افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔اس کے چار بڑے اور بنیادی ستون ہیں۔ان ستونوں کی بنیاد پر کسی ریاست کو اسلامی یا غیر اسلامی کہا جاسکتا ہے۔یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)سیاسی نظام (2) اخلاقی نظام (3) معاشرتی نظام (4)معاشی نظام

(ا) سیاسی نظام :۔سیاسی نظام حکمرانی کا نظام ہے جس کے بڑے تین ستون ہیں۔انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ۔ہمیں اس تفصیل میں جائے بغیر ہر شخص کو سیاسی نظام کے بارے آگاہ کرنا ہے کہ حقیقی مقتدرِ اعلیٰ کون ہے۔ہر فرد جانتا ہے کہ دنیا میں جمہوریت اور ڈکٹیٹرشپ دو بڑے سیاسی نظام ہیں۔دوسرے لفظوں میں عوام کی حکومت اور فرد واحد کی حکومت۔ان دونوں نظاموں میں اللہ کی حکومت کا تصور نہیں ہے۔اسلامی اور غیر اسلامی حکومت میں یہی حدِ فاصل ہے۔اسلام میں حقِ حکومت صرف اللہ کا ہے اور باقی سب بادشاہ سے لے کر عام آدمی تک عباد الرحمٰن ہوتے ہیں۔سب کی تکریم برابر اور قانون سے بالاتر کوئی نہیں ہوتا۔اس کی بنیاد اللہ پر ایمان کہ وہ حکمران ہے اور آخرت پر ایمان کہ اپنے عملوں کی جواب دہی کے لئے مرنے کے بعد اللہ کے سامنے پیشی ہے۔جزا و سزا کے اس دن پر پورا یقین رکھنا اسلامی ریاست کا نشانِ اول ہے اور ایمان کا بنیادی جز ہے اور قرآن کی دعوت کا آغاز ہے اور کلمہ اول ہے۔جس ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ کے پاس نہیں اور وہ نشانِ اوّل ہی سے فارغ ہو اُسے اسلامی ریاست سے تعبیر کرنا سوائے افترٰی کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔قرآن میں تقریباً ستائیس سو بار صرف اللہ کا اسمِ مبارک دوہرایا گیا ہے اگر دوسرے اسمائے حسنٰی بھی شمار کئے جائیں تو اِن کی تعداد پانچ ہزار سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔یہ اللہ کا تعارفِ حاکمیت ہے۔اور فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ 7/54 خبردار! تخلیق اور حکمرانی صرف اُسی کیلئے سزاوار ہے۔

بابرکت ہےاللہ جو عالمین کارب ہے۔حکمِ ربّانی یہی ہے۔یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ترجمہ اےلوگو! اپنے رب کے غلامی اختیارکرو جس نےتم کواور جوتم سے پہلے تھےسب کوپیدا کیا۔تاکہ تم نافرمانی سے بچ جاؤ۔ 2/21 قرآن اس تعلیم سے بھرا ہواہے کہ اللہ کی غلامی اختیار کرو۔اللہ کی حکمرانی تسلیم کرو۔دوسرا آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کومتاعِ قلیل اورمتاعِ غرور کہاہے۔لہٰذا ایمان بالاخرۃ کا تصور جوموت کے بعدوالی زندگی پر ایمان بالغیب ہے۔اس کا مشاہدہ نہیں ہے۔دنیاوی زندگی کا مشاہدہ ہو سکتاہے۔اس لئے ایمان با لحیاۃ الدنیا نہیں کہا گیا بلکہ دنیاوی مشاہدے کی بنیاد پرآخرت کو سمجھایا گیاہے کہ اگر تم کائنات کے بارے مانتے ہوکہ یہ اللہ نے پیدا کی ہے۔پھر غیب میں جواللہ کہہ رہاہے اُسے بھی مان لو۔لہٰذا اسلامی حکومت میں اللہ کی حکمرانی ہوتی ہے۔اللہ کے بندوں کے پاس حکومت بطورامانت ہوتی ہےاورحکمران بھی اللہ کے قانون سے بالاترنہیں ہوتے۔ایمان باللّٰہ اور یوم الاخرۃ اسلامی حکومت کا طرہ امتیاز ہوتاہے۔یوم الاخرۃ کےمحاسبہ کےخوف کی بنیاد پرمومنین اسلامی معاشرہ میں عملِ صالح کی بنیاد رکھتے ہیں اورایک فلاحی معاشرہ معرضِ وجود میں آتاہے۔اور پھر عدل کی وہ مثالیں قائم ہوتیں ہیں کہ اپنے پرائے کی تمیز کے بغیرعدالت میں فیصلے سنائے جاتے ہیں۔عدالت دھونس دھمکی،مال ودولت،رشتہ داری اور یاری دوستی کے دباؤ کی پرواہ کئے بغیرآخرت میں اپنی جواب دہی کےخوف سے مجرموں کو اپنے انجام تک پہنچاتی ہے۔کسی ریاستی نظام میں اللہ کی حکمرانی کا تصورناپید ہے تو وہ اسلامی حکومت کہلانے کی حقدارنہیں ہے۔یہ اسلامی حکومت کا بنیادی ستون ہے۔اس ستون کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگاسکتے ہیں کہ قرآن کا زیادہ ترحصہ اللہ اورآخرت کےتصور پرمشتمل ہے۔اس میں غیراللہ کی شرکت سے دوسرے اعمال بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔ارشادِباری تعالیٰ ہے۔وَلَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡھُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ 6/88 اوراگروہ شرک کرتے تو یقیناً جوبھی وہ عمل کرتے ضائع ہوجاتے۔اس حقیقت کا مشاہدہ بھی ہے کہ دنیاکےتمام ممالک،سیاسی جماعتیں اورفلاحی تنظیمیں دنیامیں امن وسلامتی کامنشور لئے ہوئے برائیوں کے خلاف جہادکر رہی ہیں۔ اور یہ قوتیں اپنے مادی اور فوجی وسائل کے باوجود بُرائی کے سامنے گھٹنے ٹیکے ہوئے نظر آرہی ہیں۔ جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا۔اِن کے اچھے کام بھی امن وسلامتی کے لئے سودمندنہیں ہورہے۔اس کی یہی وجہ ہے کہ شرک کےساتھ اچھے کاموں کی نہ دنیامیں کوئی نتیجہ خیزی ہےاورنہ آخرت میں فلاح وفوز کی کوئی ضمانت ہے۔یہ معاشرہ امن وسلامتی سےمحروم ہوتاہےاورایمان باللّٰہ اور یوم الاخرۃ کےبغیراعمال میزان میں رکھے ہی نہیں جائیں گے 18/105۔ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

(2) اخلاقی نظام: یہ امر باالمعروف اورنہی عن المنکر کا نظام ہے۔اس اخلاقی ضابطہ کی باقاعدہ کتاب اللہ میں ایک فہرست مل جاتی ہےجن کواللہ کی حدیں بھی کہتے ہیں۔ان حدود میں زیادتی کرنے والے کو اللہ نے گمراہ،جہنمی قرار دیاہے۔قرآن میں اِن اخلاقیات کے لئے امر باالمعروف اورنہی عن المنکر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔کرنے والے کاموں کے لئے امر باالمعروف اور جن کاموں کونہ کرنے کاحکم ہے اُنہیں نہی عن المنکر کہاجاتاہے۔یہ وہ صالح اعمال ہیں جس کےتقریباً نوّے فی صدحصہ پرمسلم اور نان مسلم کااتفاق ہے۔غیرمسلم بھی اُس پرعمل کرتے ہیں مگر غیرمسلمانوں کےاعمال کی بنیادایمان باللہ اور یومِ آخرت کےقرآنی تصور پرنہیں ہےجس کی وجہ سےاچھےاعمال بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔وَلَوۡ اَشۡرَکُوۡا لَحَبِطَ عَنۡھُمۡ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ 6/88 اٹھارہ انبیاء

کا نام لینے کے بعد فرمایا اگر اُنہوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو اُن کے اعمالِ صالح ضائع کر دیئے جاتے۔اس چیز کا ہر فرد کو علم ہونا چاہیے کہ کسی عمارت کی تعمیر کے لئے مضبوط بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بنیادوں پر عمارت کی تعمیر ہوتی ہیں۔پھر تیسرے نمبر پر چھت اور چوتھے نمبر پر اُس کی آرائش کا کام کیا جاتا ہے۔اسلامی ریاست ایک ایسی عمارت ہے جس کے انتظام وانصرام میں اللہ کی حکمرانی اور آخرت کی جواب دہی کا تصور بنیاد ہے اور صالح اعمال کی اینٹوں سے دیواروں کی تعمیر ہوگی۔ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ دیواریں دوسرے نمبر پر ہیں مگر صالح اعمال پہلے نمبر سے جدا نہیں ہیں۔ان کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔اللہ کی حکمرانی اور آخرت کی جوابدہی پر ایمان اور صالح اعمال اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح عمارت کی بنیاد اور دیواریں جڑی ہوتی ہیں۔انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا مگر جب کام کی شروعات ہوتی ہے تو کام بنیاد سے شروع کیا جاتا ہے۔اگر بنیاد کے بغیر دیواریں بناؤ گے تو دیواریں ضائع ہوتی جائیں گی اور عمارت کبھی بھی تعمیر نہیں ہوگی۔اس طرح اللہ اور آخرت کے بارے قرآن کے مطابق معیاری ایمان کے بغیر صالح اعمال ضائع ہوتے جائیں گے اور کبھی بھی امن وسلامتی والا اسلامی معاشرہ معرضِ وجود میں نہیں آئے گا۔لہٰذا اللہ کی حاکمیت اور صالح اعمال کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ایک کے بغیر دوسرے کی نفی ہو جاتی ہے۔بنیاد اور دیوار کی طرح ایمان اور صالح اعمال ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔نہ تو ترتیب کا انکار ہے اور نہ ہی ان کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ کام بنیاد سے ہی شروع ہوگا۔اسلامی ریاست میں صالح اعمال کی بنیاد اللہ کی حکمرانی اور یومِ آخرت میں جوابدہی کے تصور پر ہے۔عمارت کی تکمیل کے لئے بنیاد پر دیواریں بنائیں گے ورنہ صرف بنیادوں کو عمارت نہیں کہا جائے گا۔اسطرح صالح اعمال کئے بغیر اللہ اور آخرت کے تصور کی نفی ہو جائے گی۔گویا کہ صالح اعمال ہی اُس کے ایمان باللہ اور آخرت کی جواب دہی کا عملی ثبوت ہے ورنہ بےعمل معاشرہ اللہ اور آخرت کے انکار کی عملی شہادت مہیا کر رہا ہے۔لہٰذا دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ایک کے بغیر دوسرے کی نفی ہوتی ہے۔ارشادِ ربّانی ہے۔**وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ** 2/8 ترجمہ۔لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم اللہ اور یومِ آخرت کو مانتے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔اُن کی عملی شہادت کے بغیر ایمان **بااللّٰہ** اور **یوم الاخرۃ** کے زبانی اعلان کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں ہے اس لئے آیتِ مذکورہ میں اُن کے زبانی دعوے کو مسترد کر دیا ہے۔اللہ اور آخرت کو ماننے کے باوجود یہ لوگ مومن نہیں ہیں کیونکہ عمل کی شہادت موجود نہیں۔

(3) معاشرتی نظام:۔سیاسی اور اخلاقی نظام کا تقاضا ہے کہ یہ مومن اور صالح لوگ آپس میں خاندان بن جائیں۔اب رشتے داریاں حسب و نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سیاسی اور اخلاقی نظریہ کی بنیاد پر ہوں گی۔**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ** یقیناً مومنین ایک خاندان ہیں 49/10۔**اِنَّمَا** حصریہ کلمہ ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ خاندان نہیں بنتے تو وہ مومن ہی نہیں ہیں۔ پھر جو کچھ بھی وہ کہہ رہے ہیں وہ دھوکہ اور فراڈ ہے۔ایمان اور عمل صالح کی سند مومنین کی اُخوت ہے اور خاندان بننا ہے۔مشرک اور بدکردار خاندان سے ترکِ رشتہ داری اُن کے ایمان کی دلیل ہوگا کہ وہ اُن کے رسم ورواج اور اُن کی موت پر اُن کی تجہیز وتکفین میں بھی شامل نہیں ہوں گے۔9/84 ایمان لانے کے بعد مومنوں کو مشرک برادری سے نکاح کرنے سے روک دیا گیا ہے۔2/221 قرآن ایمان اور صالح اعمال کی بنیاد پر ایک خاندان بناتا ہے۔گلوبل فیملی کا تصور دیتا ہے۔مومن اور صالح لوگ جہاں کہیں بھی

ہوں وہ ایک خاندان ہیں۔ اِن کیلئے رنگ، نسل، لسان وعلاقہ کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ ان کا مومن اور صالح ہونا اخوت کی بنیاد ہے۔ کفر وشرک اور ظلمات سے ہجرت کر کے نورِ قرآن کی بنیاد پر مسلم سوسائٹی کا قیام عمل میں لانا مقصودِ وحی تھا۔ اس ایمان کے مقابلے میں کفر وشرک سے اگر تمہارا باپ اور بھائی بھی محبت کرے تو اُس سے بھی دوستی نہیں 9/23 اللہ کی آیات کے منکروں سے براءت اور علیحدگی مومنوں کے ایمان کا ٹیسٹ ہے۔ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ترجمہ لیکن جو تم میں سے اِن کو دوست بنائے گا۔ پھر یقیناً وہ بھی اِنہیں میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ 5/51 اللہ اس آیت میں فیصلہ فرمارہے ہیں کہ منکروں کو دوست بنانے والے ہدایت سے بھی محروم ہوجاتے ہیں۔ یہ علیحدگی کوئی دشمنی اور انتقامی کارروائی نہیں ہے۔ اللہ کا حکم ہے اور معاشرے کے سدھارنے کے لئے اللہ کے نافرمانوں سے بائیکاٹ ہے۔ قرآن بُرے اور بُرائی دونوں سے الگ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا اور ایک خوبصورت انداز سے ان سے الگ ہوجاؤ۔ 73/10 قرآن کے مطابق سیاسی اور اخلاقی نظام کے قیام کے بعد اگر رشتے اور دوستیوں کا معیار غیر قرآنی رہا تو عمارت بنیاد اور دیواروں کے باوجود چھت کے بغیر ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ترجمہ اے ایمان والو! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم ایسا کر کے اپنے خلاف اللہ کے لئے ایک واضح دلیل بنانا چاہتے ہو۔ 4/144 یہ کون ہے جو کافروں کو دوست بنا کر اپنے خلاف مجرم بننے کی شہادت اللہ کو فراہم کر رہا ہے۔ غیر قرآنیوں سے براءت اور علیحدگی کے لئے پچاس سے زیادہ آیات ہیں۔ جن کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ اصحابِ کہف کی مثال بھی آپ کے سامنے ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ وَ اِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ 18/16 اور جب اُن سے اور جو وہ اللہ کے سوا غلامی کرتے ہیں تم سب سے علیحدہ ہو تو پھر کہف میں پناہ لے لو۔ اُن سے مراد افراد اور اُن کے رشتے دار ہیں اور جو وہ اللہ کے سوا غلامی کرتے ہیں اُن کے غیر قرآنی اعمال ہیں۔ صرف اللہ حکمران ہے اور باقی سب بادشاہ سے لے کر عام آدمی تک عباد الرحمن ہیں۔ اللہ کے قانون سے بالاتر کوئی نہیں ہے۔ غیر اللہ کی حکمرانی کا تصور شرک ہے۔ یہ قرآن کا سیاسی نظام ہے۔ اس سیاسی نظام میں اللہ کی نازل کردہ اقدار کا نفاذ قرآن کا اخلاقی نظام ہے۔ اسی کردار کے حامل افراد کی رشتہ داریوں کو اللہ نے اخوتِ مومنین کہا ہے۔ کون ہے جو اپنے خاندان کی بلندی کیلئے کام نہیں کرے گا۔ اُس کی ذلت ورسوائی کے لئے خوش ہوگا۔ اپنے خاندان کو چھوڑ کر غیر مومنوں سے دوستیاں اور رشتے داریاں کرے گا۔ اگر اللہ کے وحی کردہ نظام سے زیادہ یہ چیزیں پیاری ہیں تو پھر اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ 9/24 ان تین مراحل کے بعد معاشی نظام کا نمبر آتا ہے۔ پہلے تینوں مراحل بغیر پیسے کے حاصل ہوسکتے ہیں۔ یہ ذہنی تبدیلی ہے۔ ذہن میں اللہ کے سوا کسی بھی غیر اللہ کی حاکمیت کا تصور نہ ہو۔ ذہن سازی یعنی ذہنوں کی تبدیلی سے حالت بدلتی ہے انقلاب آتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ ترجمہ۔ یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت وکیفیت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے ذہنی نظریات کو نہیں بدلتے 13/11 (8/53) پھر صالح عمل جو آپ سے ہوسکتا ہے مثلاً سچ بولنے کے لئے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ دوستی کا جذبہ پیسوں کا محتاج نہیں ہے۔ وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ترجمہ۔اوراُس نے اِن کے دلوں کو جوڑ دیا ہے۔ اگر تُو خرچ کر دے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔تُو اِن کے دلوں میں اُلفت نہیں ڈال سکتا تھا لیکن اللہ نے اِن کے درمیان (قرآن کے ذریعے 3/103) اُلفت ڈال دی۔یقیناً وہی غالب حکمت والا ہے 8/63 آیتِ مذکورہ ثابت کررہی ہے کہ اُلفت، دلوں کا جڑنا علم سے ہے۔مال ودولت سے دلوں کو جوڑا نہیں جا سکتا۔جو کام پیسوں کے بغیر ہوتا ہو کوئی معاشرہ وہ تو کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اُن سے پیسوں والے کام کی ڈیمانڈ شیخ چلی کا منصوبہ ہے یا پھر کسی ہوشیار آدمی نے عوام کو دھوکہ دے کر اُن کی رہی سہی پونجی بھی لوٹنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔تین مراحل حاصل کئے بغیر عوام کو معاشی انقلاب اور معاشی نظام کا جھانسہ دے کر اُنہیں بھیڑ بکریوں کی طرح غلام بنانے کا منصوبہ ہے۔بنیادی کاموں سے پہلے آخری کام سے شروعات کا مطلب ہے سر کے بل چلنے کی کوشش ہے۔جو بھی ایسا کرے گا چند قدم کے بعد ہمت ہار جائے گا۔دوسرے لفظوں میں بے ایمان اور کرپٹ لوگوں سے معاشی خوشحالی اور آزادی کی توقع کرنا ہے۔رات کو دن کہنے کے مترادف ہے۔جانتے بوجھتے زہر کھانے کے مترادف ہے۔انسانوں کو معاشی غلامی کا درس دے کر کتّوں کے گلے میں غلامی کا پٹہ باندھ کر اُن کے سامنے دودھ اور گوشت رکھنے کے مترادف ہے۔جبکہ درسِ قرآن غیر اللہ کی غلامی سے بھوک و افلاس تو کیا چیز ہے وہ موت کو اس غلامی سے بہتر کہتا ہے۔یہ انسانوں کا ٹیسٹ ہوتا ہے جب وہ اپنی جدوجہد میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ اُنہیں دنیا اور آخرت میں بہتر حالات کی خوش خبریاں دیتا ہے۔2/155 بہر حال مذکورہ تین مراحل کے بعد عمارت کی تزین و آرائش اور میک اپ ہے۔اسلامی ریاست میں اسی میک اپ کو معاشی نظام کہتے ہے۔عمارت کے ڈھانچے کے بغیر میک اپ کس کا کرنا ہے۔چہرے کے بغیر میک اپ کرنے والے احمقوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ایسے نظریہ کے حامل لوگ روٹی کے عوض معاشرے کی عزت وتکریم، آزادی اور شہادتِ حق جیسی عظیم نعمتوں سے معاشرے کو محروم کر دیتے ہیں اور اس نظریے کو قبول بھی صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کا مقصودِ حیات صرف پیٹ پوجا کے علاوہ کچھ نہیں۔اُن کا نعرہ بھی یہی ہوتا ہے۔انسان کا ہے صرف ایمان ، روٹی کپڑا اور مکان۔ریاست کے تین ستونوں کو عمارت کی مثال سے تشبیح دے کر اِن کی اہمیت واضح کی ہے۔ان بنیادی ستونوں کے بغیر معاشی نظام کی بات کرنا بغیر پروں کے اُڑنے والی بات ہے جو ناممکن ہے۔مالیاتی نظام یعنی معاشی نظام کے لئے سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی نظام کی مضبوط بنیاد فراہم کئے بغیر پروں کے بغیر ہی بلندیوں تک کیسے اُڑایا جا سکتا ہے ۔یہ تو غیر قانونی اُڑان میں باربار گر کر اور بھی لنگڑا لولا ہو جائے گا اور معاشرے میں مزید بُرائیاں پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔آیئے اب قرآن سے پوچھتے ہیں کہ کاروبارِ ریاست چلانے کے لئے اسلامی ریاست کا مالیاتی، معاشی نظام کیا ہے؟

(4) معاشی نظام:۔ اسلامی ریاست کا یہ چوتھا ستون ہے جو اپنے خاندان کی مادی ترقی کے لئے اور خاندان کی حفاظت کے لئے ہے۔کیپیٹلزم اور شوشلزم اور جو بھی انسانوں کے غیر قرآنی خودساختہ معاشی نظام ہیں اُن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی بھی شے کے ساتھ اسلام کا لفظ لگانے سے وہ اسلامی نہیں ہو جاتی۔اسلام کی بنیاد قرآنی معیار کے مطابق اللہ اور آخرت کے تصور کا نظریاتی معاشرہ ہے۔جہاں اسلامی شوشلزم اور اسلامی کیپیٹلزم کی اصطلاحیں رائج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔قرآن

کا اپنا خالص مالیاتی نظام ہے۔جس کی بنیاد مذکورہ قرآن کے سیاسی،اخلاقی اور معاشرتی تصور کی بنیاد پر ہے۔اگر کسی معاشرے کے یہ تینوں ستون غائب ہیں۔وہاں قرآن کے معاشی نظام کا تصور باطل ہے۔مادیت پرست کمیونسٹ مذہب کا یہی کمال ہے کہ معاشیات کو سائنسی نظریہ قرار دے کر کردار کو اس کے تابع کر دیا ہے۔خوشحالی ہے تو کردار بھی درست ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خوشحالی سے کردار سازی ہوتی ہے تو کمیونسٹ ملکوں میں جبر کی سیاست کیوں ہے۔وہاں جمہور کی رائے پر پابندی کیوں ہے۔یہ نظریہ مشاہدے کی عکاسی نہیں کرتا اور کمیونسٹ کا مشاہدے پر ایمان والا نظریہ بھی خواہش پرستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔دنیا میں بڑے خوشحال لوگ ہی ملکوں کی لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ملکوں کی باگ ڈور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔لہٰذا کردار سازی وحی کردہ درست علم کے ذریعے ہوگی۔ صالح اعمال پر انعام و اکرام اور اُس کی جزا اور بدکرداری کی سزا کا خوف ہی کردار کی سمت درست کرتا ہے۔قرآن میں صالح اعمال کی قوتِ محرکہ اللہ کی حکمرانی کو تسلیم کرنا اور مرنے کے بعد آخرت میں اللہ کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا خوف ہے۔اُس دن اللہ سے کوئی چھڑانے والا نہیں عملوں کی جزا وسزا ملے گی۔یہی یقین کردار میں وہ حسن پیدا کرتا ہے کہ معاشرہ کہیں بھی ظلم کا شکار نہیں ہوتا۔اللہ کے خوف کی وجہ سے ہر طاقتور مظلوم کی مدد کرتا اور ظلم کے خلاف جہاد کرتا اور اُس کے ساتھ مفاہمت نہیں کرتا۔معاشی نظام عام فہم زبان میں کاروبارِ زندگی ہے اور ریاست کے ٹیکس اور فنڈنگ کا نظام ہے۔قرآن کے معاشی نظام کو شوشلزم سے جوڑنا زیادتی ہے۔بے علم عوام کی خواہشات و جذبات سے ناجائز فائدہ اُٹھانے والی بات ہے۔روٹی، کپڑا اور مکان علم کے اندھوں کا ایمان بن چکا ہے ۔آخرت کے مقابلے میں دنیاوی مفاد سے محبت کرنے والوں کو روٹی کپڑے اور مکان کا لالچ دے کر اقتدار پر قبضہ کر کے اُن کی عزت واکرام اور آزادی بھی چھیننے والی بات ہے۔ہم بھی اس زہر کو تریاق سمجھ بیٹھے تھے اور اللہ نے مومنین کو جو حقِ ملکیت پر تصرف بطور امانت دیا تھا اُس کا انکار کر دیا تھا۔لہٰذا میں اپنی سابقہ تحریروں اور تقریروں سے براءت کا اعلان کرتا ہوں جن میں ملکیت کی نفی کی گئی تھی۔اُن کو بطور حوالہ میرے نام سے پیش نہ کیا جائے کیونکہ میں نے اپنے سابقہ مئوقف سے توبہ کر لی ہے۔اب اس کا ازسرنو قرآن سے جائزہ لیتے ہیں۔

(1) مالی لین دین ہو یا کاروباری زندگی کا کوئی پہلو ہو جو کچھ بھی کرنا ہو وہ معاشی پہلو ہی کہلائے گا۔یہ شعبہ لامحدود وسائل سے تعلق رکھتا ہے۔لہٰذا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے وہ ریاست کے پورے وسائل کو ایمان داری سے بروئے کار لاتے ہوئے ریاست میں زیادہ سے زیادہ کاروبارِ زندگی کے مواقع فراہم کرے۔ہنرمندی کی ایجوکیشن کا نظام مہیا کرے۔تاجروں اور ہنرمندوں کی حوصلہ افزائی کرے۔اُن کی ترقی میں حائل ہر رکاوٹ کو دور کرے۔اُن کی سہولیات کا ایسا پیکج فراہم کرے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کما کر ریاست کو ٹیکس دے کر فلاحی ریاست میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور ریاست کے وسائل میں اضافہ کر سکیں کیونکہ ریاست اپنے وسائل کے مطابق معاشی اور فلاحی منصوبہ بندی کرتی ہے اور ریاست کے افراد انفرادی طور پر بھی اپنی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔جو کچھ بھی وہ کمائیں اُس میں سے خرچ کرنے کا حکم ہے. مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ترجمہ۔ جو بھی ہم نے اُن کو مال،علم یا صلاحیت دی ہے وہ اس میں سے اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں۔انفاق فی سبیل اللہ معاشی نظام کی بنیاد

ہے۔ارشادِباری تعالیٰ ہے۔يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۵ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس مقصد کے لیےخرچ کریں؟ کہہ دوجوتُم مال خرچ کرتے ہوپس یہ والدین اورقرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اورابنِ سبیل کے لیے ہےاور جوکام بھی خیر کی نیت سے کروگے۔پس یقیناً اللہ اُسے جاننے والا ہے۔2/215اگرترجمہ کریں کہ کیاخرچ کریں تو کیاسے مراد مقدار اورجنس ہی ہوسکتا ہےلیکن جواب میں مقداراورجنس کا نام ونشان تک نہیں ہے۔جواب میں انفاق کا مقصد بتایا جارہاہے کہ ان لوگوں پرخرچ کرنا ہے۔ لہٰذا مذکورہ آیت میں ضروری ہے کہ سوال کوجواب کے مطابق کریں یاجواب کوسوال کے مطابق کریں۔ہمارے لئے جواب میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے لہٰذاسوال کوجواب کے مطابق کرنے کی گنجائش موجود ہے۔سوال کس مقصد کے لئے خرچ کرنے کی طرف اشارہ کرتاہےاوریہی ترجمہ درست ہے۔2/219میں یہی سوال دوہرایا گیاہے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۵ قُلِ الْعَفْوَ ط اور پوچھتے ہیں کس مقصد کے لیے خرچ کریں؟ کہہ دو مقصدعافیت ہے۔2/219اور2/215 آیات میں ایک جیسا ہی سوال ہےاورجواب میں انفاق کے مقصدکوواضح کیا گیاہے۔اگرانفاق اس مقصد پرخرچ نہیں ہورہا تواسلامی حکومت سے پوچھا جاسکتاہے۔لہٰذا دونوں آیات ایک دوسرے کی تصریف کررہی ہیں کیونکہ دونوں کا موضوع ينفقون ہے۔تصریفِ آیات میں موضوع کاایک ہوناضروری ہے ورنہ تصریف لفظ ہوگی اسےقرآنی لغت تو کہہ سکتے کہ قرآن اپنے ایک ہی لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کرتا ہےاورمختلف الفاظ کو ایک ہی معنوں میں استعمال کرتاہے۔موضوع کےاعتبارسے اسے تصریفِ آیات کہنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت میں زیادہ الفاظ ہوتے ہیں جوموضوع کو واضح کرتے ہیں تصریف لفظ سےموضوع کی وضاحت کرنے سے منشاء ربّانی کی مخالفت کا امکان موجود ہے کیونکہ لفظ موضوع کی نہیں لغوی معنی کا اختلاف یا اشتراک واضح کرتا جواپنے سیاق وسباق کامحتاج ہوتاہے لہٰذاہرجگہ ایک لفظ کا ایک ہی معنی منشاءربّانی کے خلاف ہے۔2/215 میں مَاذَا يُنْفِقُوْنَ کاتفصیلی جواب ہے اوریہی موضوع2/219میں ہےمختصرمگر بڑاہی جامع جواب ہے کہ معاشرے کی عافیت والاکوئی بھی کام اس میں سےخارج نہیں کیاجاسکتا اورمرکزِرسالت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ترجمہ۔تُو عافیت کی راہ اختیارکر۔قرآن کے ذریعے معروف کا حکم دےاورجاہلوں سے کنارہ کشی اختیارکر۔ 7/199 یہ مرکزِ رسالت کوحکم ہے۔اگراس لفظ کامعنی زائدازضرورت کرتے ہیں توسوال ہے کہ زائدازضرورت لینے والامرکز زائد ازضرورت کس کودےگا۔اورپھراَلْعَفُوُّ اللہ کااسم بامسمّٰی ہےاوراُس کاہمیشہ کے لئے یہی کام ہے اورفعلِ استمرار ہے فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۵ پس اللہ توعافیّت دینے والا قدرت رکھنےوالاہے۔4/149اگر ترجمہ زائد از ضرورت درست ہے تو سوال ہے کہ اللہ کے پاس کون سی شے زائد از ضرورت ہےوہ اُسے دینے والاہے۔یہ طےشدہ بات ہے کہ اُس کی اپنی کوئی ضرورت نہیں وہ صرف انسانوں کے لئے عافیت دینے والی چیزیں پیدا کرتاہے۔لہٰذا اِن آیات میں اللہ کی منشاء عافیت ہے۔ذاتی ملکیت جومومن کے پاس بطورِامانت ہےاس کی نفی کے لئے اس آیت کواستعمال کرنا دورکی کوڑی لاناہےاورآیت کے مفہوم میں تضاد پیداکرنے کے مترادف ہے۔جس کا مشاہدہ آپ نے کرلیاہے۔

(2)خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۔ ترجمہ۔ اِنکے مالوں سے صدقہ لواوراسی کے ساتھ اِنکی طہارت اورانکے تزکیہ کا بندوبست کرو۔اسی طرح اُنکی مدد کرو۔بے شک مدد کرنا تیرا فرضِ منصبی ہے جو اِن کیلئے باعثِ سکون ہے حقیقت ہے کہ اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ 9/103 آیت ریاست کے مالیاتی اور معاشی نظام میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔اسلامی حکومت کو اُن کے مالوں میں سے صدقہ لینے کا حکم ہے۔حکومت کے لئے حکم ہے کہ وہ اس صدقے سے پورے معاشرے کی طہارت اور تزکیہ کرے۔تزکیہ سے مراد ہے کہ معاشرے کی ذہنی، جسمانی، علمی اور عملی، ظاہر و باطن کی نشوونما کرنا۔تزکیہ بمعنیٰ زکوٰۃ دینا ہے۔یہاں صدقہ سے مراد ٹیکس جو عوام سے لیا جاتا ہے اس کی شرح مقرر کرنا ہر دور کی اسلامی فلاحی ریاست کا اللہ کی طرف صوابدیدی اختیار ہے۔وہ اپنے دور کے حالات وواقعات کے مطابق اغنیاء پر ٹیکس لگائے۔صدقہ کی اصطلاح بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ صدقہ مالی قربانی ہے جو مومنوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے ورنہ ایمان کی تصدیق نہیں ہوتی۔اب اُمراء ٹیکس بچا کر ایمان کے کس مقام پر ہیں آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں اور تزکیہ بمعنی زکوٰۃ دینا ہے۔یہ اسلامی ریاست کا کام ہے۔جب یہ صدقات حکومت فلاحی کام پر خرچ کرے گی تو اسے الزکوٰۃ کہا جائے گا۔اب جو حکومت عوام کی فلاح کی بجائے صدقات خردبرد کرجاتی ہے وہ حکمران ایمان کے کس مقام پر ہیں یہ فیصلہ بھی خود کریں۔ ہمارے ہاں جب یہی ٹیکس گورنمنٹ عوام پر خرچ کرتی ہے تو اُسے فنڈ کہتے ہیں۔ہمارے ہاں ٹیکس اور فنڈ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔اسلامی ریاست نے جو اغنیاء پر صدقہ (ٹیکس) فرض کیا تھا اُسے وہ دیانت داری سے دے کر اللہ کے ہاں اپنے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔اگر کوئی ٹیکس چوری کرتا ہے تو اُس نے اپنے مومن ہونے کی تصدیق نہیں کی۔وہ مومنین کی رکنیت سے خارج ہے۔وہ اسلامی ریاست کا باغی ہے۔اسی طرح اسلامی حکومت کے لئے بھی حکم ہے کہ ان صدقات کو عوام کی نشوونما کے لئے استعمال کرے۔اگر کسی حکومت نے ایسا نہ کیا جو اللہ کی منشاء ہے۔ وہ حکمران بھی مجرم ہیں۔پھر اللہ مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور ظالموں کو اچھی طرح جاننے والا بھی ہے۔اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں صدقہ اور زکوٰۃ کو مالیاتی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔صدقہ پبلک سے لیا جائے گا اور زکوٰۃ والا کام حکومت کی ذمہ داری ہے۔جو بھی اس میں خیانت کا مرتکب ہوا وہ مجرم ہے۔معلوم ہوا کہ جب تک اللہ اور آخرت پر معیاری ایمان نہیں اُس وقت تک پبلک اور حکومت دونوں سے صدقہ اور زکوٰۃ کے معاملے میں امانت و دیانت کی توقع رکھنا خیالِ عبث ہے۔

(3)لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِيۡهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۔ترجمہ۔ سمٰوات وارض کی بادشاہت اور جو کچھ اِن میں ہے وہ سب اللہ کا نظام متشکل کرنے کے لئے ہے۔وہی ہر شے کے پیمانے بنانے والا ہے۔5/120 وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ۔ترجمہ۔یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ سمٰوات اور زمین میں ہے۔وہ صرف اللہ ہی کا حکم ماننے کے لئے ہے۔اور اللہ اکیلا ہی کارساز کافی ہے۔4/132۔اس قسم کی اور دوسری آیات سے بھی ذاتی ملکیت، بطورِ امانت کی نفی کی جاتی ہے۔مشاہدے اور عملی زندگی میں اس کا نفاذ ہی ناممکن ہوجاتا ہے۔ملکیت عوام سے نکل کر حکمرانوں کے پاس چلی جاتی ہے۔یہ ملکیت انسانوں کے پاس ہی رہتی ہے۔کچھ بھی کرلیں عوام کی ذاتی ملکیت میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور باقی رہتا ہے۔

جس پر وہ اپنی مرضی سے تصرف کرتے ہیں۔اللہ کے سوا اُس پر کوئی چیک نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اس قسم کی جتنی بھی آیات ہیں اُن میں نظری اورفکری تعلیم ہے کہ کائنات میں ہر شے لگے بندھے قوانین کے تحت اللہ کے پروگرام کے لئے سرگرمِ عمل ہے اور ہر انسان کو ارادہ اور اختیار کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان و مال لگانے کا حکم ہے۔حقیقت میں انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ کائنات میں ہر شے اُس کے پروگرام پر عمل کر رہی ہے۔تجھے خلیفۃ الارض بنایا ہے۔تجھے بااختیار مالک بطورِ امین بنایا ہے۔اب تُو اس اختیارِ ملکیت میں خیانت نہ کرنا۔اب جان و مال کو اپنے اختیار سے وحی کے حکم کے مطابق خرچ کرنا۔9/103 آیت میں یہی حکم ہے۔عوام دیانت داری سے صدقات دیں اور حکومت دیانت داری سے معاشرے کی نشوونما کرے۔اس آیت میں معاشرے کی دیانت داری سے نشوونما کرنا حکمرانوں کی الصلوٰۃ ہے۔دولت عوام کے پاس ہو یا حکومت کے پاس ہو یہ اللہ کی امانت ہے۔ اسلامی حکومت میں صدقات وزکوٰۃ معاشی نظام کی اصطلاحیں ہیں۔پبلک صدقات دیتی اور حکومت زکوٰۃ دیتی ہے۔انگلش میں ٹیکس اور فنڈ کی اصطلاح ہے۔یہ صدقات جب حکومت کے پاس جمع ہوتے ہیں تو وہ اس کو کہاں خرچ کرے گی۔قرآن میں اس کی مندرجہ ذیل ہدایات موجود ہیں۔

(1)عوام کی عافیت کے لئے 2/219 (2)عوام کی نشوونما کے لئے 9/103 (3)یقیناً صدقات فقراء اور مساکین اور عاملین اور نومسلم کی تالیفِ قلب اور غلام آزاد کرانے اور بوجھ تلے دبے کا بوجھ اُتارنے اور قتال فی سبیل اللہ اور تعلیم و تربیت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ منصبی ہے۔یقیناً اللہ علم والے حکمت والے ہیں 9/60۔

بہرحال یہ صدقات حکمرانوں کی عیاشی کیلئے نہیں ہیں۔وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ترجمہ۔اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے ایسی شے سے جس کا تعلق خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ہوگا حقیقت یہ ہے کہ ان حالات میں صرف ایسے صابرین کو بشارت سنادو۔کہ وہ کہہ دیتے ہیں جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے کہ ہم تو صرف اللہ کے لیے وقف ہیں اور ہم مر کر اُسی کی طرف جانے والے ہیں۔صرف یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے انعام ہیں ،نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور صرف یہی لوگ ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ 2/157

سب کچھ قربان کرنے کے بعد 2/156 آیت میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کا مومنین کی طرف سے اعلان اس بات کا ثبوت ہے کہ اُنہیں دنیاوی زندگی کی کوئی شے بھی اللہ کی رضا اور آخرت کے مقابلے میں عزیز نہیں ہے۔ایسے لوگوں کو امتحان میں کامیاب قرار دیا جا رہا ہے۔اِن کو میڈلز، تمغے، رحمتوں کا مستحق اور اِن کو ہدایت یافتہ قرار دیا جا رہا ہے۔اب غور فرمائیے کہ اگر انسان سے سب کچھ لے لیا جائے تو پھر امتحان اور ٹیسٹ کس چیز کا ہے۔مومن اور منافق کی پہچان کیا رہ جاتی ہے۔ نقصان جب ذاتی نہیں تو غم کس چیز کا ہے۔ایسے نقصان پر صرف تعزیتی الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْن کے کلمات کی ادائیگی سوائے دکھاوے اور رسمی کلمات کے اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔لہٰذا سب کچھ حکومت کو دے دینے کا تصور قرآنی نہیں ہے اور نہ اللہ کا کوئی واضح حکم ہے کہ لوگوں کو نہتہ اور بے بس کر کے اپنی من مانی حکمرانی اُن پر ٹھونس دی جائے۔حق رائے دہی کی آزادی سلب کر دی جائے اور زندگی کی بقا کے لئے مکمل طور پر حکومت کے محتاج ہو جائیں۔مذکورہ آیت مومن کی ایمانی کیفیت کا

اظہار ہے۔ایمان کے مقابلے میں ارض وسمٰوٰت کی کوئی بھی شے مومن کے لئے باعثِ کشش نہیں ہے حتّٰی کہ اپنی جان بھی ایمان کے لئے قربان ہے۔اسی قسم کا معائدہ 9/111 آیت میں ہے۔اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یقیناً اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اِس کے بدلے کہ اُن کے لئے جنت ہے۔9/111 اللہ مومنوں کی جانوں اور اموال کو خرید رہا ہے۔سودا ملکیت کے بعد ہوتا ہے۔اگر کوئی مالک ہی نہیں تو اُسے جان و مال بیچنے کا اختیار ہی نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ آیت میں اللہ اُن کی جانیں اور اُن کے اموال کہہ کر پہلے اُن کو مالک بنا رہا ہے۔جو اپنی جانوں اور اموال کا سودا جنت کے بدلے اپنی مرضی سے کرتے ہیں اللہ اُن کا خریدار ہے۔جو اپنی مرضی سے سودا نہیں کرتے اُن سے اللہ نہیں خریدتا۔اب عمل سے معلوم ہوگا کون وقت پڑنے پر مال و جان اللہ کو دیتا ہے اور کون نہیں دیتا۔اگر کوئی شے ذاتی نہیں تو صادق اور کاذب کا کیسے پتہ چلے گا۔ لٰہذا سب کچھ لے کر لوگوں کو خالی ہاتھ کر کے اُن کا ارادہ اور اختیار سلب کر لینا اور اُن کی ایمانی کیفیت جانچنے کے لئے اُن کے پاس کچھ نہ رہنے دینا قرآنی نقطہ نظر نہیں ہے۔جب اپنا کچھ نہیں تو ضائع اور نقصان کا اندیشہ اور غم کہاں سے۔جب کوئی مالک ہوگا تو غم فطری ہے۔اور پھر صبر کا اجر ہے۔ مالک ہوگا تو سودا کرنے کا اختیار ہے۔یہ ملکیت بطورِ امانت اللہ کی طرف سے عطا کردہ اختیار ہے۔ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلاً مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ط ھَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَارَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَھُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ط کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ترجمہ۔وہ تمہیں سمجھانے کے لئے تم میں سے ایک مثال بیان کرتا ہے۔کیا تمہارے مالوں میں تمہارے نوکر شریک ہیں؟ جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔پھر تم سب اس میں برابر ہو جاؤ۔تم یہ سلوک کرنے سے ڈرتے ہو جیسے تم اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو۔اس طرح ہم یکتا و لاشریک ہونے کے دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔اُس قوم کے لئے جو عقل رکھتی ہے۔30/28

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ج فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ ط اَفَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ترجمہ۔اور اللہ نے تمہارے بعض کو بعض پر مال و دولت کی فضیلت دی ہے۔ پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی ہے وہ اپنا مال اپنے نوکروں کی طرف لوٹانے والے نہیں ہیں۔پھر اس میں وہ برابر ہوں۔کیا پھر وہ اللہ کی نعمت قرآنی تعلیم کا انکار کرتے ہیں؟ 16/71

مذکورہ دونوں آیات میں تمہارا مال ہو یا اقتدار ہو اپنی فضیلت تم اپنے نوکروں میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔اللہ کی الوہیت و اقتدار میں اُس کی مخلوق کو شریک کرنے کے لئے تم کیسے تیار ہو جاتے ہو۔طبقات کی مثال دے کر اللہ نے اپنے لا شریک حاکم ہونے کی دلیل دی ہے۔جب انسانوں کی دنیا میں حاکم و محکوم، مالک و نوکر میں مال و دولت اور اختیار حکمرانی کا واضح فرق رکھتے ہو۔پھر اللہ اور اُس کے نوکروں میں برابری کیوں کرتے ہو؟

یہ کیسا فیصلہ کرتے ہو ھٰذَا شَیْءٌ ''عَجِیْب'' کیونکہ کوئی بھی حاکم و مالک اپنے نوکروں کو اپنی حکمرانی کے اختیار اور کرسی نہیں دیتا اور نہ ہی وہ اپنی دولت اپنے نوکروں میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے لئے تیار ہے۔اور اللہ نے بھی وراثت کی تقسیم میں حسب و نسب کے رشتوں کو شریک کیا ہے۔نوکروں اور ہمسایوں اور دوستوں کو وراثت میں شریک نہیں کیا

ہے۔یہ مساوات غیر فطری اور غیر قانونی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔اس لئے مالک اور نوکر کی مثال دی کہ جب تم ایسا نہیں کرتے ہو اور ایسا کرنا ناممکن ہے تو تم خالق اور مخلوق کے فرق کو کیوں مٹاتے ہو۔یہ آیات مال و اقتدار کی مساوات کی نفی کرتی ہیں۔ایسا جبراً کیا گیا تو اللہ کی لا شریک حاکمیت کو چیلنج کرنے والی بات ہے۔ایک غیر فطری نظام مسلط کرنے والی بات ہے۔اللہ اِن مثالوں کو اپنے لاشریک حاکم ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔انسانی معاشرے میں تکریم کا معیار دولت و اقتدار نہیں ہے۔معیارِ تکریم تقویٰ ہے۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ترجمہ۔کیا تیرے رب کی رحمت کا ضابطہ،قانون وہ بنائیں گے؟ ہم نے ہی اِن کی دنیاوی زندگی میں باہمی زندگی گزارنے کا قانون بنایا ہے۔اور ہم نے ہی بعض کو بعض پر درجات کی بلندی عطا کی ہے۔تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں۔یقیناً یہ تیرے رب کا رحمت بھرا قانون ہی بہتر ہے اُن قوانین سے جس پر وہ اجماع کر رہے ہیں۔43/32

مال و دولت ہو یا اقتدار کی فضیلت ہو،جب فضیلت والے اپنے نوکروں کو برابر نہیں کرتے تو اللہ کی بادشاہی میں دوسروں کو شریک کر کے اللہ کی رحمت کا انکار کر رہے ہیں۔اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر درجات کی فوقیت اس لئے دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔معاشی طور پر کم اور زیادہ کمانے والے اور انتظامی درجہ بندی حاکم اور ماتحت کے طبقات کا وجود ہمیشہ رہے گا۔اللہ کے ہاں مالدار اور بادشاہ ہونا تقویٰ کا معیار نہیں ہے۔اللہ کی فرماں برداری تقویٰ والی زندگی ہے۔جن لوگوں کو مال اور اقتدار میں فضیلت ملی ہے وہ اپنے فضل اور اقتدار کو اللہ کی راہ میں کیسے استعمال کرتے ہیں اُن کا یہ امتحان ہے۔اسلامی مملکت میں ملکیت بطورِ امانت ہے۔اغنیاء سے صدقات لئے جائیں گے اور اِن صدقات سے ریاست کو ایک فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔پیداواری صلاحیت کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ اغنیاء کی جان و مال اور کاروبار کا مکمل تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔غیر ذمہ داری ثابت ہونے پر ریاست کو ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا کیونکہ امن و امان کی صورتِ حال کو برقرار رکھنا اور بلا تفریقِ مذہب ہر شخص کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔لاء انفورسمنٹ کے تمام ریاستی ادارے حلفاً جان قربان کر کے بھی اس ذمہ داری کو نبھانے کا عہد کر چکے ہیں اور ریاست اُن کو اس خدمت کا معاوضہ ادا کرتی ہے۔اغنیاء کی جائدادوں پر ٹیکس یعنی صدقہ فرض کیا جائے گا اس میں کسی قسم کی رعائت نہیں برتی جائے گی ورنہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔یہ عوام کی فلاح کے لئے خرچ ہوگا۔جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور 9/60 آیت میں اِن کی باقاعدہ فہرست ہے جہاں صدقات خرچ ہوں گے۔اسلامی نظام میں اغنیاء سے چھین کر اُنکو نچلی سطح پر نہیں لایا جائے گا بلکہ اُن سے صدقات لے کر نچلی سطح کے لوگوں پر خرچ کر کے ترقی کے مواقع فراہم کر کے اوپر کی سطح پر لایا جائے گا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زمین اور اس کی پیدوار اللہ کی ملکیت ہے اس کے علاوہ فرد کی ملکیت ہے۔لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ میں ملکیت کے دو خانے نہیں ہیں۔یہ حضرات ملکیت کے دو خانے بنا کر فکری تضاد کا شکار ہوئے ہیں۔جب مشاہدے میں کچھ نہ

کچھ فرد کے اختیار سے خارج نہیں کر سکے تو مجبوراً ملکیت کے دوخانے بنا دیئے۔کیونکہ ہر شے کا وجود اگرچہ اللہ کا عطا کردہ ہے لیکن اُسے کسی حد تک اپنے وجود پر اختیار بھی ہے لہٰذا اُسے طوعاً وکرہاً اللہ کی فرماں برداری کیلئے سرتسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔اوروہ اپنے عمل سے اللہ کی حاکمیت کا اقرار کر رہا ہے۔اللہ نے انسان کو صاحب اختیار بنایا اور کائنات کو بھی اس کیلئے مسخر کر دیا ہے۔دوسرے لفظوں میں الارض کا خلیفہ اِن معنوں میں ہے کہ زمین کی عارضی ملکیت بطورِ امانت اس کے پاس ہے۔جس طرح کائنات اللہ کے حکم کے مطابق اس کیلئے مسخر ہے اسی طرح انسان کو بھی اپنے ارادے اور اختیار کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔یہ کوئی ٹوٹل پورا کرنے والی بات نہیں ہے۔سب کچھ چندلوگوں کے سپرد کر کے ہم بری الذمہ ہوگئے ہیں کہ ہم نے اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔بلکہ ہر شخص کو یہ اطمینان بھی حاصل ہو کہ اُس کی صلاحیت اللہ کے پروگرام کے لئے لگ رہی ہے۔بڑے خلوص کے ساتھ بھی انسان ہوائے نفس کا شکار ہو جاتا ہے۔مشرکانہ نظریات بھی بڑے خلوص کے ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔خلوص تقوے کا معیار نہیں ہے۔خلوص کو بھی چیک کرنے کا پیمانہ اور میزان قرآن ہی ہے۔ہوائے نفس انسان کو قرآن سے کوسوں دور لے جاتی ہے۔اور یہ ہوائے نفس کا تابع سراب زدہ انسان جنت کی اُمیدیں لگائے ہوئے شاہراہِ جہنم پر چھلانگیں لگاتا ہوا ایک دن جہنم میں پہنچ جائے گا۔

4۔اَلرِّبٰوا 2/275: بنیادی سہ حرفی مادہ ر ب ی ہے رَبَا یَرْبُوْا کا معنی ہوتا ہے۔زیادہ ہونا، بڑھنا، پھلنا اور پھولنا وغیرہ۔قرآن میں ہے۔**یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ** ۔2/276 اللہ الربٰوا کو تو مٹاتا ہے اور الصدقات کو بڑھاتا ہے۔22/5 میں الارض کے لئے رَبَتْ آیا ہے۔بارش کی وجہ سے زمین پھلتی پھولتی ہے۔رَبْوَہ بلند اور اُونچے ٹیلے کو کہتے ہیں۔الربٰوا کا موضوع 2/275 سے شروع ہوتا ہے۔اس سے ماقبل 261 تا 274 انفاق فی سبیل اللہ کی بات ہو رہی ہے۔اللہ کے ہاں اُس کا کیا بدلہ ہے۔مثالیں دے کر سمجھایا جا رہا ہے۔ ایسے صدقات کے مستحق لوگوں کو اُدھار دے کر اُن سے بڑھوتری لینا حرام قرار پایا ہے۔وہاں بزنس اور تجارت یعنی البیع نہیں ہے۔یقیناً اُن کی ہنگامی طور پر رُکی ہوئی ضرورت پوری کرنی ہے۔ اگر اس اُدھار پر کوئی زائد لیا گیا تو یقیناً یہ الربٰوا کہلائے گا۔الربٰوا قرآن کی اصطلاح ہے۔جو البیع کے نفع پر لاگو نہیں ہوتی کیونکہ **وَاَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** اللہ نے البیع کو حلال قرار دیا ہے اور الربٰوا کو حرام قرار دیا ہے۔کافر کہتے ہیں کہ **البیع الرِّبٰوا** کی طرح ہے۔ اللہ نے جب البیع کو حلال کیا اور الرِّبٰوا کو حرام قرار دیا تو اللہ کے ہاں البیع میں لگا ہوا مال اور اس کا نفع حلال ہے 2/275 اللہ الرِّبٰوا کو برباد کرتا ہے اور الصدقات کو بڑھاتا ہے 2/276 گویا یہ ایسا عمل ہے جو صدقات کے مستحق لوگوں سے کرنا حرام قرار پایا ہے۔ان سے صرف اصل زر لیا جائے اگر ان کی ضرورت کے لیے ان کو صدقہ ہی کر دیا جائے تو بہتر ہے۔دونوں عوضین کا برابر ہونا جبکہ کسی فریق کو نفع نہ ہو البیع کی تعریف میں نہیں آتا۔لہٰذا عوضین کی برابری صرف کسی کی مدد کے لیے ہوتی ہے۔ اگر اصل زر فریق ثانی کے پاس جا کر بڑھتا ہے تو فریق اول پر ظلم ہے کیونکہ وہ نفع میں شریک نہیں۔اگر فریق ثانی ضرورت پر خرچ کرے

اورفریق اوّل زائد لےتو یہ الرِّبٰوا ہے۔اس اصول کے پیش نظرغیر پیداواری مد میں دیا گیا ادھارالرِّبٰوا کہلائے گا۔ باقی تمام صورتیں کمرشل البیع کی تعریف میں ہوں گی۔صدقات کے مستحق لوگوں کو ادھاردے کر زائد لینا الرِّبٰوا ہے، جومعاشرے کی تباہی ہے۔اس الرِّبٰوا کو اللہ ختم کرتا ہے البیع میں لگائی گئی رقم سرمایہ کاری ہے۔ادھار کی یہ اصطلاح ہی نہیں ہے یہ البیع ہے اورنفع میں شرکت مشترکہ ہے۔معاشرے میں ترقی اورکاروبار میں بے بہا اضافہ بھی مشاہداتی دلیل ہے لہٰذا جوادارے کمرشل بنیادوں پر ادھار دیتے ہیں،یہ ادارے الرِّبٰوا کی تعریف میں نہیں آتے۔سرمایہ کاری حلال ہے،سرمایہ داری حرام ہے۔اس پر چندسوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا بیع اپنے سرمایہ سے ہرآدمی خودہی کرے گا ؟کیا وہ دوسراآدمی نوکررکھے گا یا وہ اُسے البیع میں حصّہ دار بناکرکام لے گا؟کیا دوسرا فردصرف سرمایہ کی بنیاد پر البیع میں شریکِ نفع ہوسکتا ہے؟ان سوالوں کی مشاہداتی دلیل یہی ہے کہ البیع میں اکیلاآدمی کافی نہیں ہے دوسراآدمی نوکر ہو یا حصّہ دار ضروررکھنا پڑتا ہے۔بڑے بڑے کاروبار، ورکشاپیں اورکارخانے اس کی واضح مثالیں ہیں۔البیع میں کوئی نوکر ہو یا سرمایہ کاری کی شراکت شرائط طےکرکے فائدہ لیا جا سکتا ہے۔دونوں پارٹیوں کی رضامندی سے البیع میں سرمایہ کاری کی بنیاد پرکسی کاروبارکرنے والے سے جو معائدہ طے ہو جائے اُسے البیع کہا جائے گا۔اس طرح سرمایہ کار کو جو نفع حاصل ہو گا وہ الرّبٰوا نہیں کہلائے گا۔الرِّبٰوا جس کو اللہ نے منع کیا ہے یقیناً وہ البیع سے کوئی الگ تھلگ شے ہے جس کا البیع سے واسطہ نہیں۔معائدے کی شرائط نفع یا نفع و نقصان میں شراکت ہو اسے البیع ہی کہیں گے۔الرّبٰوا ایسے راس المال پرزائد لینا ہے جس کا البیع تعلق نہ ہو۔لہٰذا بہت ہی واضح بات ہے کہ جہاں البیع ہے وہاں الرّبٰوا نہیں ہے۔جہاں الرِّبٰوا ہے وہاں البیع نہیں ہے۔اب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ایسا اُدھار جوکسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہوجو البیع کی مد میں نہ آتا ہو۔اُدھار لینے والے کا اس اُدھار سے پیداوارکرنااور نفع کمانا مقصد نہ ہو۔ایسے ضرورت مند سے جوصدقات کا مستحق تھا اُسے اُدھار دےکر اصل زر سے زائد وصول کرنا الرِّبٰوا کہلاتا ہے۔ایسے مواقع توصدقات دینے کے ہوتے ہیں۔ان لوگوں سے البیع بھی ہوسکتی ہے بشرطِ کہ یہ لوگ ہنرمند ہیں تجارت یاکسی کاروبار میں مہارت رکھتے ہیں۔اس کی مثال یوں سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگرکوئی دوکاندار یہ اشتہار لکھ کر لگا دے کہ ضرورت مندوں کے لئے یہاں سے ادھار چیزیں بغیر نفع کے مل سکتی ہیں۔خود سوچیۓ یہ دوکاندار کتنے دن کاروبارکرسکتا ہے۔دوکاندار بھی ضرورت مند اور محتاج کوچیزیں نفع پر ہی فروخت کرتا ہے۔ضرورت مند کا ضرورت کوپورا کرنے کے لئے اُدھار لینا اور ضرورت مند کا البیع کے لئے اُدھار لینا دونوں الگ الگ مسئلے ہیں۔دونوں کو ایک نہ کریں اللہ کی کتاب کا یہی فیصلہ ہے۔الرِّبٰوا اور البیع الگ الگ ہیں۔البیع میں اصل زرکاروبار میں لگتا ہے۔نفع حاصل کرتا اور پیداوار دیتا ہے۔ایسا بار بار ہوتا ہے۔البیع میں اُدھار دینے والا نفع میں شریک ہوتا ہے۔جب کہ ضرورت پرخرچ ہونے والا اُدھار نفع نہیں کماتا اور ضرورت مندکو مزیداپنی جیب میں سے فالتو رقم دینی پڑتی ہے۔لہٰذا سرمایہ کاری پر نفع

حلال ہےاور یہ البیع ہے۔حاجت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جو غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا ہوا یسے اُدھار پر اصل زر سے زائد لینا الرّبٰوا کہلاتا ہے۔الرّبٰوا کو الصّدقات کی ضد میں لاکر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ الرِّبٰوا صدقات کے مستحق لوگوں سے لیا جا رہا ہے۔یہ یکطرفہ مفاد ہوتا ہے۔کیونکہ صدقات کے مستحق لوگ اس اُدھار کو ایسی ضرورت پر صرف کر لیتے ہیں جس میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی اور انہیں اس اُدھار پر جو زائد دینا پڑتا ہے وہ یک طرفہ فائدہ ہوتا ہے۔اُدھار لینے والے کی رقم میں تو ایک روپے کا بھی اضافہ نہیں ہوتا مگر اُدھار دینے والے کی رقم میں یک طرفہ اضافہ ہو رہا ہے۔یہی وہ لامِ تعریف والا الرِّبٰوا ہے جو ضرورت مند کو کسی غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا گیا تھا۔ایسے اُدھار پر زائد لینا قرآن کی اصطلاح میں الـرِّبٰوا کہلائے گا۔اس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ایسا اُدھار جس میں باہمی مفاد ہو پیدا واری مد میں ہو البیع کہلائے گا۔اسے اللہ نے جائز قرار دیا ہے۔کیونکہ اُدھار لینے والا اس سے نفع کما رہا ہے لہٰذا اس نفع میں اُدھار دینے والے کا سرمایہ ایک قوت ہے۔اس لئے اس نفع میں اُس کا حق ہے۔اگر اُدھار لینے والے کا تو دُگنا ہو رہا ہے۔اور دینے والے کو اصل زر ہی ملے گا تو یہ بھی ظلم ہوگا۔البیع میں باہمی فائدہ ہوتا ہے۔اس لئے اللہ نے اسے حلال قرار دیا ہے۔البیع کے لئے دیئے گئے اُدھار پر زائد لینا حلال اور ضرورت مند کی غیر پیداواری مد میں اُدھار دے کر زائد لینا الرّبٰوا ہے جو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔البیع اور الرِّبٰوا میں اتنے واضح فرق کے باوجود بھی جو لوگ البیع اور الرِّبٰوا کو ایک ہی جیسا سمجھتے ہوں اُن کی قرآن فہمی سے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مفاد کے پیشِ نظر الرِّبٰوا کو بھی البیع کی مثل کہتے ہیں۔اللہ کے ہاں اُن کا قول غلط ہے۔جب صورتِ حال یہ ہو جائے کہ البیع اور الرِّبٰوا میں امتیاز ہی نہ رہے۔ہر قسم کا نفع حرام ہو جائے تو کوئی نظام ترتیب دینا ہی مشکل ہو جائے گا۔ہمیشہ غلط فہمی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔اب اس کا ازالہ ہونا چاہیے۔اگر یہ کوئی سازش ہے تو ہمیں اس سازش کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔یہ قرآن کی آیات کا غلط مفہوم لینے کی وجہ سے ہوا ہے۔2/219 آیت میں قُلِ الْعَفْوَ کے معنی کئے جاتے ہیں زائد از ضرورت دو۔قرآن زائد از ضرورت کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا۔ اگر سوال کیا خرچ کرنا ہوتا تو جواب اُس کے مطابق مقدار یا جنس ہونا چاہیے تھا۔سوال تو یہ ہے کہ کس مقصد کے لئے خرچ کرنا ہے جواب اُس کے مطابق ہے کہ لوگوں کی عافیت کے لئے خرچ کرنا ہے جیسا کہ 2/215 میں خرچ کرنے کا مقصد خیر بتایا تھا اور والدین، اقربا، مسکین اور ابنِ سبیل پر خرچ کرنا بتایا تھا۔2/219 میں قُلِ الْعَفْو کہہ کر انفاق کا مقصد بتایا جا رہا ہے کہ عافیت کے لئے ینفقون ہو گا۔ اللہ کی ذات عفوًا غفورًا ہے۔وہ عافیت اور مغفرت والی چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔کیا اللہ زائد از ضرورت چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔لہٰذا زائد از ضرورت کا معنی غیر موزوں اور منشاء ربّانی کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ترقی کے عمل کو بھی متاثر کرتا ہے۔اور معاشرے میں ترقی کے لئے بچت کی سکیموں کی نفی ہو جاتی ہے۔اور ذاتی ملکیت کا تصور بطورِ امانت جو اللہ نے انسان کو تفویض کیا ہے۔اُسے بھی دھندلا سا کر دیتا ہے۔انسانوں کی عافیت صدقات کے ذریعے انفاق کا مقصد ہے دوسری آیت اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى 53/29 ہے انسان کیلئے صرف وہی ہے جس کی اُس نے کوشش

کی۔ اِس آیت کو سیاق و سباق سے ہٹا کرالرِّبٰوا سے جوڑنا یحرفون الکلمۃ عن مواضعہٖ نہیں تو اور کیا ہے۔اس سے پہلے نمبر 28 میں ہے کہ یہ وہ وقت اور وہ جگہ ہے جہاں کوئی کسی کا بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہے۔اس جہان میں تو ایک دوسرے کی غلطیوں کا ازالہ کرنے والے اور بوجھ اُٹھانے والے موجود ہیں۔یہ تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہونے والے جہان کی بات ہے جہاں پھر موت بھی نہیں ہے۔جب وہاں کے قوانین کو اِس جہان میں لاگو کریں گے تو یہ ناممکنات کو ممکن بنانے کی لاحاصل کوشش ہوگی۔آیت مبارکہ میں لَیۡسَ اور اِلَّا کا حصر کسی فرد کو بھی بغیر محنت کے کسی شے کا حق نہیں دیتا۔کلمہ حصریہ میں استثناء نہیں ہے۔بچّے،بوڑھے،مریض اور عورت وغیرہ کا بغیر محنت کے کسی شے پر حق تسلیم کرنا اس آیت کی نفی ہو جاتی ہے۔یہ صورتِ حال اس دنیاوی معاشرے میں ناممکن ہے کہ سو فیصد محنت کر کے کھانے والے ہوں۔بچّے، بوڑھے، بیمار اور عورتیں وغیرہ تقریبًا پچاس فیصد سے زیادہ تعداد بغیر محنت کے ہے جن کے کھانے پینے کا انتظام محنت کرنے والے لوگوں کو کرنا پڑتا ہے۔اللہ نے باپ کو اپنی اولاد کا بالغ ہونے تک کفیل بنایا ہے اور مرد کو بیوی کی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے۔وراثت کے قانون میں بغیر محنت کے وُرثہ جائداد کے وارث بن جاتے ہیں۔کیا ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچّے کی کفالت سے دستبردار ہو سکتی ہے؟یہ اس دنیا میں ناممکن ہے۔لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ اس آیت کو کسی بھی دنیاوی مسئلے کے لئے دلیل نہ بنایا جائے۔الف لام معرفہ کی لغت کا جائز استعمال ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے ایک سے زیادہ مفہوم ہیں۔من چاہی تاویل کا امکان ہے اس لئے قرآن کے باقی مقامات بھی سامنے ہوں اور مشاہدات عالم کی روشنی سے بھی استفادہ ضروری ہے۔مثلًا الخمر اور المیسر سے جب تک ہم خاص خمر اور خاص میسر مراد نہ لیں گے تو اس کا مفہوم واضح نہیں ہوگا اور عام مفہوم لینے سے ہر خمیری شے اور آسانی سے ملنے والی شے حرام ہو جائے گی تو خود اندازہ لگائیں کہ عمل کرنے میں کتنی مشکل پیش آئے گی۔یہ اصطلاحِ قرآن ہیں جب تک یہ کلمات خصوصیت کے حامل قرار نہ پائیں گے قرآن فہمی میں دشواری ہوگی۔الخمر کی وجہ سے جس جس شے سے نشہ بنتا ہے وہ بھی حرام قرار دی جائے اس طریقے سے چیزوں کو حرام قرار دینا بھی قرآن کا طریقہ نہیں ہے۔مثلًا انگور سے نشہ بنایا جاتا ہے تو انگور کو بھی حرام قرار دیا جائے یہ قرآنی فتویٰ نہیں ہے۔ اَلۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ 2/219 :یہ دونوں کلمات الف لام معرفہ سے شروع ہوتے ہیں۔خمر خمیر شدہ شے کو کہتے ہیں اور میسر ہر شے جو آسانی سے مل جائے۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ نہ تو خمیر شدہ شے حرام ہے اور نہ ہی ہر آسانی سے ملنے والی شے حرام ہے۔کیونکہ ہم خمیر شدہ اشیاء کھاتے ہیں اور والدین کی طرف سے بہت سی چیزیں ہمیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔اللہ کی طرف سے وراثت کا قانون بغیر محنت کے بڑی آسانی سے بہت سی چیزیں ہمارے نام منتقل کر دیتا ہے۔لہٰذا مادے کے بنیادی معنی کی وجہ سے ہر شے کو حرمت میں شامل کرنا قرآنی تعلیم کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا الف لام معرفہ کی خصوصیت الخمر کو صرف میڈیکل یعنی محکمہ صحت کی طرف سے جاری شدہ منشیات کی لسٹ تک محدود رکھتا ہے۔نشہ آور اشیاء کے بارے حتمی فیصلہ صرف محکمہ صحت کے دائرہ اختیار میں ہے۔جس شے کو وہ نشہ آور اشیاء کی فہرست میں درج کر دے وہ الخمر کہلائے گی۔المیسر کو لامِ تعریف جوئے کی معروف شکلوں تک

محدود رکھتا ہے ۔ اللہ نے ان دونوں کو اثم'' کبیر فرمایا ہے۔7/33 میں اثم'' کو حرام قرار دیا ہے۔5/90میں الخمراورالمیسر کو رجس'' اللہ نے فرمایا ہے۔حکم ِربّانی ہے فاجتنبوہ پس اس رجس سے دور رہو۔ لہٰذا اللہ کی کتاب سے ان دونوں کی حرمت ثابت ہے۔الــرِّبٰــوا کے بارے بھی اتنی لمبی لسٹ بنانے میں یہی فلسفہ کار فرما ہے کہ ہر قسم کی بڑھوتری کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ایسا ذہن رکھنے والوں کے نزدیک کوئی کاروبار بھی الرِّبٰوا کی زد سے بچا ہوا نہ پاؤ گے۔الرّبٰوا کا قرآنی مئوقف صدقات کے مستحق لوگوں کو اُن کی غیرپیداواری مدمیں مدد کے لئے اُدھار دے کر زائد لینا الــرِّبٰــوا کہلاتا ہے۔لہٰذا کمرشل بینک، انشورنش کمپنیاں، کمرشل ادارے، کرایہ داری اور دوسری کاروباری شکلیں قرآنی نقطہ نظر سے الــرِّبٰوا کی زد میں نہیں ہیں۔کیونکہ یہ تمام شکلیں استحصالی نہیں ہیں بلکہ باہمی مفادات کے تحت عوام کی سہولت کے لئے کاروباری ادارے ہیں جو الرِّبٰوا کی حدود سے خارج ہیں۔کچھ لوگوں کا خیال ہے سرمایہ پرمحنت مزدوری کرکے نفع لینا حلال ہے اورمحنت کے بغیرسرمایہ کی بنیاد پر نفع لینا الرِّبٰوا ہے۔یہ سب محنت مزدوری اورتجارت کے فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔تجارت میں نفع ہمیشہ سرمایہ پر ہوتا ہے۔مثلاً ایک سو بکری پر دس روپے نفع ملے گا۔بغیرسرمایہ کے کوئی فرد ایک جگہ سارا دن بیٹھا رہے کچھ بھی نہیں ملے گا۔سرمایہ کی وجہ سے جتنے سینکڑے آئیں گے اُتنی دہائیاں نفع کی ہوں گی۔محنت اور مزدوری میں آٹھ گھنٹے کام کرنے کی مقررشدہ اُجرت ملے گی۔سرمایہ کاری کا تصور ایسی جائداد ہوتا ہے جو فاضل پیداوار دے۔سرمایہ مادی ہو یا غیرمادی اس سے نفع حاصل کرنا اور ترقی کرنا ہر انسان کا حق ہے۔ظاہر ہے جس کے پاس زیادہ صلاحیت ہوگی زیادہ کمائے گا وہی دوسروں پر زیادہ خرچ کرے گا اورریاست کو صدقہ دے گا۔ محنت و مزدوری میں اوقات کار کا معاوضہ ہے اورتجارت میں بکری(sale) پربحساب فی صد نفع ہوتا ہے۔ تجارت میں سرمایہ کے بغیرمحنت نہیں ہوسکتی لہٰذا سرمایہ کاری بغیرمحنت کے کاروبار میں شمولیت جائز ہے۔سرمایہ داری حرام ہے سرمایہ کاری البیع ہے لہٰذا یہ حلال ہے۔وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْ بُوْا فِی اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْ بُوْا عِنْدَاللّٰہِ ج وَ مَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہِ اللّٰہِ فَاُو لٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔30/39 اورجوتم مذکورہ ضرورت مندوں کو بڑھوتری کی نیت سے اُدھاردیتے ہوتا کہ وہ اُدھار دیاہواتمہارا مال ہی لوگوں کے مال کے مقابلے میں یکطرفہ بڑھتا رہے۔ پس وہ اللہ کے ہاں تونہیں بڑھتا(کیونکہ یہ لوگ توصدقے کے مستحق تھے جن کو اُدھار دے کرزائد لیناشروع کیا ہے) اورجو تم لوگوں کی نشوونما کی نیت سے دیتے ہو اورتم اللہ کی رضا چاہتے ہو تو یہی لوگ اللہ کے ہاں اضافہ کرنیوالے ہیں۔ یہاں رِبًا کی تنوین عہدذکری ہے یہ اُسی الرِّبٰوا کا بیان ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔اورحرف'' فِیْ '' بمعنی مقابلہ کیا گیا ہے۔یہ اُدھار صدقے کے مستحق لوگوں کو دیا گیا ہے جنہوں نے اس اُدھار سے تجارت نہیں کرنی جس کی وجہ سے اُن کے مال میں تواضافہ نہیں ہے لیکن اُدھار دینے والے کا مال اُن کے مال کے مقابلے میں بڑھ رہا ہے۔اس آیت میں یک طرفہ بڑھوتری کا تصورسامنے لایا گیا ہے۔جوضرورت مند سے لیا گیا ہے جو اس سے البیع نہیں کر رہا۔

آیت نمبر 2/280 میں ہے کہ اگر وہ تنگ دست ہو تو خوشحالی تک مہلت دینی ہے۔اگر تم اُسے صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ بزنس ڈیل نہیں ہے۔یہ کوئی تجارت اورکاروبار کے لئے اُدھار نہیں دیا گیا۔یہ کوئی صدقے کا مستحق فرد تھا جس کو اُدھار دیا گیا ہے۔جب کہ ہمارے کمرشل ادارے بنک وغیرہ لوگوں کے پیسے جمع کرکے قومی ترقی میں لگاتے ہیں۔ نفع بخش کاروبار کرتے ہیں۔یہ کوئی خیراتی ادارے نہیں ہیں لہٰذا باہمی مفادات کی بنیاد پر کمرشل اداروں میں انویسٹمنٹ کرنا البیع کہلائے گی یہ الرّبٰوا نہیں ہے۔ہمارے ہاں صدقات پر چلنے والے ادارے بھی ہیں جہاں کاروباری انویسٹمنٹ نہیں ہو سکتی مثلاً تعلیمی ادارے، ویلفیر سنٹر اور اسپتال وغیرہ جہاں لوگ صدقات دیتے ہیں۔ایسے اداروں کو اُدھار دے کر زائد لینا الرّبٰوا کہلائے گا۔لہٰذا صرف صدقات کے مستحق ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جو غیر پیداواری مد میں اُدھار دیا جائے اُس پر زائد لینا الرّبٰوا کہلائے گا۔اس کے علاوہ باہمی مفاد کے لئے کمرشل بنیاد پر کسی کو اُدھار دے کر اُس کے کاروبار میں شریک ہو کر نفع میں شریک ہونا البیع کہلاتا ہے۔لہٰذا یہ حلال ہے۔الرّبٰوا معاشی نظام کے لئے تباہی اور مرکزِ رسالت سے جنگ ہے لہٰذا اسے تفصیلاً بیان کرنا ضروری تھا۔

5۔وراثت۔ وارثت کی آیات ذاتی ملکیت کیلئے نصِ قطعیہ کی حیثیت رکھتی ہیں اوراس وراثت میں خاص حسبی نسبی رشتوں کا ذکر ہے دوسرے شامل نہیں۔یہ کوئی عبوری قانون نہیں ہے۔یہ اسلامی ریاست میں نافذ کرنے والا قانون ہے۔اس پر عمل نہ کرنے والے جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔سورۃ نمبر 4 کی آیات نمبر 7 تا 14 ملاحظہ فرمایئے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

ترجمہ۔مردوں کے لئے حصّہ ہے اِس میں سے جو اِن کے والدین اور اقرباء نے چھوڑا ہے۔اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اِس میں سے جو اِنکے والدین اور اقرباء نے ترکہ چھوڑا ہے۔خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔یہ حصّے اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہیں۔7اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین بھی آ جائیں۔تو ان کو بھی ترکہ میں سے کچھ دو۔اور ان کو ایسی دستور کی بات کہہ دو جو قرآن کے مطابق ہو۔ 8اور ان کو ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ کر مر جائیں۔اور اُن کو اِن پر ظلم ہونے کا خوف لگا رہے۔پس چاہیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں اور درست بات کریں۔ 9یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے حاصل کرتے ہیں۔یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں۔اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔10اور اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے حکم دیتا ہے۔ ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر ترکے میں حصّہ ہے۔ اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کا جو میّت نے چھوڑا ہے دو تہائی ان کے لئے ہے بشرطِ کہ مرد ایک ہو۔اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہے تو عورت کیلئے کل ترکہ کا آدھا حصّہ ہے۔اور والدین کیلئے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ ہے اگر اس کی اولاد ہے اس میں سے جو میّت نے چھوڑا۔پس اگر اس کی اولاد نہیں ہے تو اس کا باپ وارث ہے اور اس کی ماں کا ایک تہائی ہے۔اور اگر اس کے بہن بھائی ہیں تو ماں کا چھٹا حصّہ ہے ترکہ میں وصیّت اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔تم بالکل نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے زیادہ قریب کون ہے ازروئے نفع کے۔یہ تو مقرر شدہ حصّہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ علم والے حکمت والے ہیں۔ 11اور تمہارے لئے آدھا ہے اس ترکہ میں سے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر اُن کی اولاد نہ ہو۔پس اگر اُن کے لئے اولاد ہے تو تمہارے لئے چوتھائی ہے ترکہ میں سے وصیّت کے بعد جو وہ کریں اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔اور ان کے لئے چوتھائی ہے اس ترکہ میں جو تم چھوڑو۔اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے۔پس اگر تمہاری کوئی اولاد ہے تو پھر ان کیلئے آٹھواں حصّہ ہے ترکہ میں سے جو تم نے چھوڑا ہے وصیّت کے بعد ہے جو تم کرو اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔اگر میّت کوئی مرد یا عورت ہو۔اُس کا وارث کلالہ کو قرار دیا گیا ہو۔اور اِس میّت کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی ہو تو اِن میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے ترکہ میں۔پس اگر اِس سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو وہ سب ترکہ کے ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔یہ ترکہ کی وصیّت کے بعد ہے جو کی گئی ہو اور اُدھار کی ادائیگی کے بعد۔اس میں کوئی نقصان والی بات نہیں ہے۔یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے۔اور اللہ ہی علم و حلم عطا کرنے والا ہے۔12یہ مذکورہ احکام اللہ کی حدود ہیں۔جو اللہ کی اِن حدود کی بذریعہ اُس کی رسالت کی اطاعت کرے گا۔اللہ اُسے باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔وہ ہمیشہ اِن باغات میں رہیں گے۔اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔13اور جو کوئی اُس کی حدود کی بذریعہ اُس کی رسالت کے نافرمانی کرتا ہے۔یقیناً وہ اُس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرتا ہے۔اللہ اُسے آگ میں داخل کریگا۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔اور اُس کے لئے یہ دردناک عذاب ہے۔ 14

مذکورہ وراثت کے ما انزل اللہ قانون پر عملدرآمد کرایا جائے۔اللہ کی طرف سے ورثہ میں یہ معاشی تقسیم فرض قرار دی گئی ہے اس پر عمل نہ کرنے والوں کو اللہ اور رسول کا نافرمان قرار دیا گیا ہے اور جہنمی قرار دیا گیا ہے۔اور ثابت ہوا کہ قرآن ہی اللہ اور رسول کی اطاعتِ واحد ہے۔اور اس پر درست عمل ہی معاشی نظام میں قرآنی انقلاب ہے۔اور وراثت کی آیات سے ذاتی

ملکیت بطورِامانت ثابت ہے۔ وراثت کے علاوہ ذاتی ملکیت بطورِامانت کے مندرجہ ذیل قرآنی دلائل ہیں۔

(1)وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ 4/6. ترجمہ۔اور اِن کو (یتیموں کا مال) اسراف اور جلدی میں نہ کھاجاوٴ۔ یہ کہ وہ بڑے ہوکر لےلیں گے۔پس جو مال دار ہے۔ پس چاہیے کہ وہ ان کا مال کھانے سے بچ جائے۔اور جو محتاج ہے۔پس چاہیے کہ وہ قرآنی دستور کے مطابق کھائے۔4/6 وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ترجمہ۔یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاوٴ مگر ایسے طریقے کے ساتھ جو حسن کارانہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔6/152 امیر اور غریب کا تصور اور یتیموں کی ملکیت ثابت ہورہی ہے اس لئے کہاجا رہا ہے کہ اُس کے مال کے قریب نہ جاوٴ۔

(2)وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۔ ترجمہ۔اور اگر تم ڈرتے ہو کہ عورتوں کے بارے ظلم نہ کر بیٹھو تو یہ نظامِ کفالت ہے جو اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے۔دودو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کرلو۔پھر اگر تمہیں خدشہ ہے کہ عدل نہ کرسکو تو پھر ایک جائز ہے یعنی جن سے تمہارا نکاح ہوا ہے۔یہی حکمِ ربّانی عدل کے زیادہ قریب ہے کہ تم سرکشی نہ کرو۔4/3 وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاۗءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ترجمہ۔اور جو مذکورہ بالا کے سوا ہیں اُن سے تمہارا نکاح جائز ہے یہ کہ تم اپنے مال کے ذریعے معائدہ نکاح کی پابندی میں پاک دامن بنو، بدکاری کرنے والا نہ بنو۔4/24 مرد اپنا مال خرچ کرکے نکاح کریں۔اغنیاء دودو، تین تین، چار چار کریں یہ نظامِ کفالت ہے۔ملکیت اور زائد از ضرورت نہ ہو تو معائدہ نکاح کے لئے مال کہاں سے آئے گا۔

(3)لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔مردوں کیلئے حصّہ ہے اُس میں سے جوانہوں نے کمایا ہے۔اور عورتوں کیلئے حصّہ ہے اُس میں سے جوانہوں نے کمایا ہے۔4/32 مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی کمائی کے مالک ہیں۔

(4)وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـــًٔـا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. اگر تم کسی بیوی کو اُس کے مقامِ زوجیت سے ہٹانا چاہتے ہو۔اور تم ان میں سے الگ ہونے والی کو ڈھیر سارا مال دے چکے ہو۔ پھر حکم ہے کہ اِس میں سے کچھ بھی نہ لو۔کیا تم اُس سے یہ مال لو گے بہتان باندھ کر اور کھلے گناہ کا مرتکب ہوکر۔ 4/20

(5) اَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ..خون بہا ادا کرنا ہے اُس کو احسان کے ساتھ۔2/178 مقتول کے وُرثاء کو خون بہا دینے کے لئے مال کہاں سے آئے گا۔اگر زائد از ضرورت نہیں ہے اور ذاتی ملکیت بھی نہیں ہے۔ 58/3,4 میں ظہار کی سزا ساٹھ مسکینوں کا کھانا یا گردن کو آزاد کرانے کے لئے مال کہاں سے آئے گا۔اگر ذاتی ملکیت اور زائد از ضرورت نہیں ہے۔ثابت ہوا کہ ذاتی ملکیت بطور امانت ہے۔

(6)وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ .. ترجمہ۔اور جان لو کہ جو شے بھی تم میدانِ جنگ سے حاصل کرتے ہو۔پس یقیناً اُس کا پانچواں حصہ اللہ یعنی مرکزِ رسالت کے لئے ہے۔8/41 غنیمت کا 80 فی صد

حصہ مجاہدین میں تقسیم کر کے انہیں مال کا مالک بنایا جا رہا ہے۔یہ بھی ملکیت کا ثبوت ہے۔

(7) حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ,.. ترجمہ۔اِن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور وہ ماتحت بن کر رہیں۔9/29 فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً اُن کو بطور احسان یا فدیہ لے کر چھوڑ سکتے ہو۔47/4 غیر مسلموں سے جزیہ اور فدیہ ملکیت کے بغیر کیسے طلب کر سکتے ہیں۔

(8) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ترجمہ۔اے ایمان والو!جب تم رسول سے نجویٰ کرتے ہو تو اپنی نجویٰ سے پہلے صدقہ دیا کرو۔58/12 نجٰوی سے پہلے صدقہ ثابت کرتا ہے لوگوں کے پاس زائد ازضرورت اور ذاتی ملکیت ہے۔جو سرکار سے نجٰوی کرنے سے پہلے ایک کورٹ فیس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ یہ صدقہ دینا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے پاکیزہ ہے پس اگر تم صدقہ کرنے کی گنجائش نہ پاؤ تو یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔58/12 ثابت ہو رہا ہے غربت ہے اور فرمایا اگر کورٹ فیس نہ پاؤ تو اس کے بغیر عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ طبقاتی فرق بھی نظر آ رہا ہے۔لیکن عدل کے لئے غربت رکاوٹ نہیں ہے کہ مال دار کی سرکار تک پہنچ ہے اور غریب کی پہنچ نہیں ہے۔مال کا نہ ہونا عدالت تک پہنچنے میں روک نہیں بلکہ دونوں کی سرکار تک پہنچ ہے اور وہ اپنا مسئلہ سرکار کے سامنے بغیر کسی رکاوٹ کے بیان کر سکتے ہیں۔

نوٹ:۔اگر ذاتی ملکیت اور زائد از ضرورت کسی کے پاس نہیں تو منافق پر یہ اعتراض کہ وہ مال خرچ نہیں کرتا بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ زائداز ضرورت تو کسی کے پاس ہے نہیں پھر ٹیسٹ کس چیز کا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے پاس زائداز ضرورت مال ہے۔ملکیت بھی ہے۔اِن حالات میں جب وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے تو منافقت ثابت ہوتی ہے۔

(9) اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ.
ترجمہ۔ایک نے کہا۔کہ یقیناً یہ میرا بھائی ہے۔اِس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہے۔اور یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کردے۔اور بات کرنے میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔38/23 یہ داؤد علیہ سلام کے دورِ حکومت کا واقعہ ہے۔ایک کے پاس ننانوے اور دوسرے کے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔معاشی فرق اور ملکیت دونوں ایک نبی کے دورِ حکومت میں ثابت ہیں۔

(10) وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ؕ ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ

بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىکَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰکِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِکُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْکَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَکُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ترجمہ۔ان کے سامنے دو آدمیوں کا واقعہ بیان کرو،ہم نے ان دونوں میں سے ایک کیلئے انگوروں کے دو باغ بنائے تھے اوران دونوں کی باڑ کھجوروں سے لگائی تھی۔ اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی اُگا رکھی تھی۔ 32 دونوں باغ اپنا پھل دیتے تھے اوراس کے پھل میں کسی شے کی کمی نہیں چھوڑی۔اور ہم نے ان باغوں میں نہریں جاری کردی تھیں۔33اور اس کیلئے بڑا فائدہ تھا۔پس اس نے اپنے دوست سے کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کررہا تھا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور جتھے میں بھی تجھ سے زیادہ طاقت ورہوں۔34 اس طرح وہ اپنے باغ میں داخل ہوا جبکہ وہ اپنی جان کیلئے ظلم کرنے والا تھا۔کہنے لگا میں یقین نہیں کرتا ہوں کہ یہ باغ کبھی تباہ ہونے والا ہے۔ 35اور میں یقین نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے۔اور البتہ اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں گا تو وہاں بھی ضرور اس سے بہتر جگہ پاؤں گا۔36 اس کے دوست نے اسے کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کررہا تھا کہو تُو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے ایک مکمل مرد بنا دیا۔37 لیکن میں کہتا ہوں وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا ہوں۔38 تُو نے کیوں نہیں کہا جب تُو اپنے باغ میں داخل ہوا کہ جو شے بھی ہے سب اللہ نے بنائی ہے۔سوائے اللہ کے یہ سب نعمتیں بنانے کی کسی میں قوت نہیں اگر تُو مجھے اپنے سے مال واولاد میں کمتر خیال کرتا ہے۔39 پس امید ہے میرا رب تیرے باغ سے بہتر مجھے عطا کرے اور اِس پر کوئی آسمان سے آفت بھیج دے پس وہ چٹیل میدان ہو جائے۔40 یا اُس کا پانی گہرائی میں اُتر جائے۔پھر تُو ہرگز اُسے حاصل نہ کر سکے۔ 41اوراس کے پھل کو تباہ کردیا گیا پس وہ اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو اس نے اِس میں خرچ کیا تھا کیونکہ یہ باغات تباہ ہوگئے تھے اور وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔42اب مدد کرنے والا کوئی جتھہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتا سوائے اللہ کے۔اور نہ وہ خود اپنی مدد کرنے والا تھا۔43 یہاں معلوم ہوا کہ حقیقی بادشاہت صرف اللہ ہی کیلئے ہیں۔وہی بہتر بدلہ دینے والا ہے اور بہتر ہے ازروئے انجام کے۔44

مذکورہ اٹھارہ نمبر سورہ آیت نمبر 32 تا 44 میں ایک آدمی کے دو باغوں کی ملکیت کی مثال ہے۔ملکیت کو چیلنج نہیں ہے۔اُس کی متکبرانہ گفتگو اور آخرت کا انکار قابلِ مذمت قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ دوسرا صالح شخص اُسے کہہ رہا ہے کہ وہ ایسی گفتگو نہ کرے۔ہوسکتا ہے کہ اللہ تیرے باغ سے بھی مجھے بہتر عطا کرے اور تیرے باغ پر کوئی آفت بھیج دے۔یہاں بھی ملکیتِ زمین باغوں کا تذکرہ اور دوسرا آدمی بغیر باغ کے ہے۔معاشی فرق اور ملکیت دونوں ثابت ہیں۔اسلامی معاشرے میں معاشی مساوات نہ ہونے کے باوجود تکریم میں مساوات ہے۔عدل میں مساوات ہے۔ اسلامی معاشرے میں ضروریاتِ زندگی مہیا کی

جاتی ہے۔امیروں سے صدقات لے کر حاجت مندوں کی حاجت پوری کی جاتی ہے۔امیری اور غریبی میں معاشی مساوات غیر فطری نظامِ حکومت ہے اللہ کا نازل کردہ نظام نہیں۔یہ جبر،غلامی اور جہالت کا نظام ہے جس نظام میں انسانوں کی آزادی سلب کر کے اُن سے روٹی، کپڑے اور مکان کے عوض ڈھور ڈنگروں کی طرح کام لیا جائے اور وہ بھی جانوروں کی طرح اپنا مقصدِ حیات حیوانی تقاضے سے زیادہ نہ سمجھتے ہوں۔بہر حال یہ قرآنی نظام نہیں جس میں اُن سے سب کچھ چھین کر نہتہ اور بے بس کر کے اُن کے ایمان اور عزتِ نفس کا بھی سودا کر لیا جاتا ہے۔آزادی رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔حکومت پر تنقید اور رائے زنی کا صلہ موت اور قید و بند کی صعوبتوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔اس نظام میں روٹی، کپڑے اور مکان کے عوض آزادی کے لحاظ سے جانوروں سے بھی بدتر زندگی ہوتی ہے۔جس رزق سے ہو پرواز میں کوتاہی اُس سے موت بہتر ہے۔یہ صرف قرآن کے شاہین کا نظریہ ہے ورنہ کرگس اور چیلوں کو تو چند ٹکڑوں اور کسی مردار پر بھی پرواز سے نیچے گرا کر اکٹھا کیا سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کے انتظامی امور چلانے کے لئے اور عوامی فلاح کے لئے محاصل کا قرآن کی روشنی میں تذکرہ:۔

〈1〉صدقات 〈ٹیکس〉:۔ٹیکس کا بڑا وسیع دائرہ کار ہے۔یہ صرف امیروں پر لگایا جاتا ہے۔یہ پراڈکٹ پر اور جنس پر نہیں لگتا اس لئے کہ پھر یہ ٹیکس غریب عوام کو دینا پڑتا ہے اور اُمرا' ٹیکس سے بچ جاتے ہیں۔پراڈکٹ پر ٹیکس لگنے سے صرف غریب ٹیکس دیتے ہیں کیونکہ جب غریب لوگ یہ چیزیں خریدتے ہیں تو ہر غریب ٹیکس دینے والا ہوتا ہے۔پراڈکٹ بنانے والا اور اُگانے والا زمیندار ہو یا تاجر ہو اس کی ٹوٹل پیداوار اور سرمایہ پر یا آمدنی پر ٹیکس لگنا چاہیے ایسا نہیں ہے اس لئے وہ ٹیکس نیٹ میں نہیں آتا ۔کچھ سرمایہ اور پیداوار ٹیکس سے مستثنٰی قرار دی جائے جو ایک غریب کے لئے بھی ہے اور وہ امیر کے لئے بھی ہو۔اُس سے زائد دولت پر ٹیکس لگایا جائے۔اسلامی ریاست میں یہ ٹیکس صرف امیروں پر لگتا ہے۔اُن سے لے کر غریبوں کی فلاح پر خرچ ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اُلٹ کام ہے۔ہمارے ہاں غریبوں سے لے کر امیروں کی طاؤس و رباب کی محفلوں،شاہانہ سواریوں، شاہی نوکروں کی فوج اور وزیروں اور مشیروں کی عیاشی پر کروڑوں روپے کا روزانہ کا خرچ غریبوں کی خون پسینے کی کمائی سے پورا کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ سڑکوں پر راہ داری ٹیکس ہے۔ائیر پورٹس اور بندرگاہوں پر راہداری ٹیکس ہے۔گورنمنٹ کے اپنے کمرشل ادارے ہیں۔جن کی کروڑوں، اربوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔جو نوکر شاہی کی کرپشن کی نظر ہو جاتی ہے۔ کرپشن کو ختم کرنے کی بجائے جو گورنمنٹ یہ نفع بخش ادارے اونے پونے اپنے ہی اقرباء کو نیلامی پر دینے کے لئے ایک اور کرپشن میں ملوث ہونے کے لئے تیار ہے اُسے سب کچھ دے کر کون سی جنت کا خواب دیکھنا چاہتے ہیں یہ حماقت کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔صدقات کو کھا جانے والے لوگ سب کچھ لے کر کیا سلوک کریں گے۔یہ بدترین غلامی کا انقلاب آئے گا۔ اگر میری بات کی سمجھ نہیں آتی تو کسی بھی سمجھ دار آڈیٹر یعنی حساب کتاب کے ماہر سے صرف ہمارے صدر، گورنرز، وزیراعظم ،صوبائی وزراء اعلیٰ، وفاقی وزراء اور صوبائی وزراء صاحبان کا صرف ایک دن کا اوسط خرچہ پوچھ لیں۔جو غریبوں کی جیب سے ادا ہوتا ہے۔تو یقین نہیں آئے گا عوام کے خیر خواہوں کا یہ طرز زندگی ہو سکتا ہے۔ اِن کی وفاداری کا یہ عالم ہے کہ عوامی پیسہ اکٹھا کر کے بیرونی ملکوں کے بنکوں میں رکھتے ہیں۔اِن کو اپنے ملک کے بنک بھی پسند نہیں ہیں پھر

بھی یہ پاکستان کے سندیافتہ خیرخواہ ہیں۔کاش کہ عوام اب بھی اپنی آنکھیں کھول لیں تو حالات درست ہو سکتے ہیں۔بہرحال اسلامی فلاحی ریاست کا نظم و نسق صدقات کی بنیاد پر ہی رواں دواں ہو گا۔جن پر صدقات دینا فرض ہے وہ دیانت داری سے دیں۔اور جب یہ صدقات حکمرانوں کے پاس آجاتے ہیں تو وہ دیانت داری سے عوام کی فلاح پر خرچ کریں۔سورۃ نمبر9 کی آیت نمبر103 کا منشاء ربانی یہی ہے۔جو اس میں خیانت کرے گا اللہ کے ہاں وہ مجرم ہے۔اس سے پہلے بھی اسی آیت کا صفحہ نمبر14 پر تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

(2) **غنیمت کا مال اور مالِ فے**۔وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ ترجمہ۔اور جان لو کہ جو شے بھی تم میدانِ جنگ سے حاصل کرتے ہو۔پس یقیناً اُس کا پانچواں حصہ اللہ یعنی مرکزِ رسالت کیلئے اور قرابت والوں اور یتیموں اور مساکین اور تعلیم و تربیت کرنے والوں کیلئے ہے۔8/41 مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ ۔جو بھی مالِ فے اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے ان بستیوں سے پس وہ اللہ اور رسول اور قرابتِ ایمانی والے اور یتیموں اور مسکینوں اور ابنِ سبیل کیلئے ہے۔59/7

(3) **جزیہ اور فدیہ**۔قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ترجمہ۔جنگ کرو جو اللہ اور آخرت کو قرآن کے مطابق نہیں مانتے اور وہ حرام نہیں ٹھہراتے جس کو اللہ نے اپنے قرآن (65/10,11) کے ذریعے حرام ٹھہرایا ہے۔اور وہ قرآن کے دین کو قبول نہیں کرتے ہیں۔یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے اِن سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور وہ ماتحت بن کر رہیں۔9/29 جزیہ غیر مسلموں پر کوئی ظلم نہیں ہے یہ اُن کی جان و مال کے تحفظ کے عوض ایک ٹیکس ہے۔اس صدقے کی بجائے جزیہ کا نام دیا گیا ہے۔فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ترجمہ۔پس جب بھی تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو اِن کی گردنیں اُڑا دو یہاں تک کہ جب تم اُن کو کمزور کر دو پھر اُن کو قیدی بناؤ۔یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے تو اُن کو بطور احسان یا فدیہ لے کر چھوڑ سکتے ہو۔47/4

(4) **انفاق فی سبیل اللہ**۔انفاق فی سبیل اللہ کی بے شمار آیات ہیں۔یہاں بطور دلیل ایک آیت ہی پیش کروں گا۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ترجمہ۔اے ایمان والو! خرچ کرو اِس میں سے جو ہم نے تم کو صلاحیت دی ہے اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی سودے بازی اور نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی سفارش ہو گی یقیناً سب کافر ظلم کرنے والے ہیں۔2/254

(5) **ریاست کے ذاتی کاروباری ادارے**۔واپڈا، ریلوے، ائرلائن، شپنگ، ٹرانسپورٹ، کان کنی، بنکنگ، سرکاری فیکٹریاں اور ملز اور بہت سے تجارتی ادارے ریاست کے ماتحت چل سکتے ہیں۔ریاست کے پاس اِن اداروں میں نظم و ضبط قائم رکھنے کی پوری قوت بھی موجود ہوتی ہے۔جس حکومت میں اِن اداروں کو چلانے کی صلاحیت نہیں ہے اور وہ ان نفع بخش

اداروں کو پرائیویٹ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ حکومت کی نااہلی اور کرپشن کا ثبوت ہے کہ کسی ادارے کے پرائیویٹ ہونے سے اُس میں نفع کی صلاحیت کہاں سے آجائے گی۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ ادارے نہیں چلا سکتے وہ حکومت بھی نہیں چلا سکتے۔ لہٰذا یہ حکومت بھی اُن لوگوں کے سپرد کر دیں جو اِن اداروں کو نفع بخش بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ مذکورہ تمام آمدنی کے ذرائع کے بعد بھی کوئی سرکار عوام سے کمزور ہے تو یہ اُس کے کرپٹ ہونے کی دلیل ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ معاشی نظام کی بنیاد جب تک قرآن کے سیاسی نظام، اخلاقی نظام اور معاشرتی نظام پر نہیں رکھی جائے گی۔ یہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بددیانت اور کرپٹ لوگوں سے معاشرے کی معاشی فلاح کی توقع غیر قرآنی سوچ ہے۔ جس ریاست میں مزدور کی محنت کی اُجرت پوری نہیں ہے کہ وہ اپنی کمائی سے اپنی ضروریاتِ زندگی آسانی سے میسر کرلے وہاں کمانے کی صلاحیت نہ رکھنے والوں کی ضروریات ریاست کیسے مہیا کرے گی یہ جوئے شِیر لانے کے مترادف ہے۔ سب سے پہلے مزدور کی مزدوری کا خیال رکھنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ یہ کام تعلیمِ قرآن سے تزکیہ نفس کئے بغیر ناممکن ہے۔ تعلیمِ قرآن سے تزکیہ نفس کئے بغیر حاکمیتِ اللہ کی بنیاد کمزور ہوتی ہے۔ تعلیمِ قرآن ہی سے مملکت کے ذمہ دار افراد حاکمانہ رویہ چھوڑ کر خادمانہ رویہ اپنائیں گے پھر عدالت، شہادت، امانت و دیانت میں اِن کا کوئی ثانی نہ ہو گا۔ عدل و خیرخواہی میں کوئی شے سدِّ راہ نہ ہوگی۔ ہر فرد اپنی کفالت کیلئے اپنی محنت پر قناعت کرے گا۔ فضولیات اور اسراف سے بچے گا۔ اغنیاء ضرورت مندوں کو اپنا خاندان سمجھ کر اُن کی مدد کریں گے۔ احساسِ جواب دہی قلب و ذہن میں راسخ ہو تو بات بنے گی۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کو مانتے ہیں مگر وہ مومن نہیں ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ . 12/106 ترجمہ۔ اِن کی اکثریت اللہ کو نہیں مانتی مگر وہ اللہ کا شریک ٹھہرانے والی ہوتی ہے۔ اللہ اور آخرت کے ایمان کے شدید احساسات کے ساتھ کتاب اللہ انسانوں کے لئے ضابطہ حیات مہیا کرتی ہے۔ یقیناً اس ایمان کے ساتھ کسی سے زیادتی کرنا ناممکن ہے۔ اس ایمان کے ساتھ ملکیت پر کسی کو جو حقِ تصرف ملتا ہے وہ اس حق کو عدل و خیرخواہی کے لئے تو استعمال کرے گا۔ ظلم و جور کی اُس سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے حکم ہے کہ جو کمائے وہ اُسی کا ہے۔ (4/32) اس ملکیت اور حقِ تصرف کے بعد جان و مال کے سودے کی واقعی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ مالک اپنی جان اور اپنے مال کا سودا اپنی مرضی سے کرے۔ اگر حقِ ملکیت پہلے ہی سلب ہے تو سودا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے کیونکہ ملکیت کے بغیر کسی کی شے کو بیچنا ناجائز ہے۔ 9/111 آیتِ مجیدہ میں (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ) اللہ فاعل ہے خریدار ہے اور مومنین اپنے ارادے اور اختیار سے اپنی جانوں اور مالوں کو بیچنے والے ہیں۔ اس لئے آیتِ مجیدہ میں اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ کے الفاظ میں اللہ مومنوں کو پہلے اُن کی جانیں اور اُن کے اموال کہہ کر اُن کی ملکیت ثابت کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر مومنین اپنے ارادہ اور اختیار سے جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاں بیچتے ہیں تو یہ سودا اُنہیں جنت کا حق دار قرار دیتا ہے۔ جو نہیں بیچتے وہ منافق قرار پائیں گے اور معاشرے میں وہ پہچانے بھی جائیں

گے۔لہٰذا ملکیت بطورِ امانت اللہ نے خود عطا فرمائی ہے۔قرآنی نظام کی فہم کے لئے سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی اصطلاحیں صرف اس لئے استعمال کی ہیں کہ یہ معاشرے میں معروف اور زبانِ زدِ عام ہیں۔قرآنی آیات نے جس انداز سے اِن اصطلاحوں کو واضح کیا ہے۔وہ آیات اس مضمون میں پیش کردی گئی ہیں۔قرآن اپنے پورے نظام کو سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی دائروں کو صرف اِعْبُدُ اللّٰهِ کے حکم میں داخل کر دیتا ہے کہ ہر معاملے میں اللہ کی غلامی اختیار کرو۔لہٰذا قرآن موضوع کے اعتبار سے کوئی مضمون نگاری نہیں کرتا۔عبادالرحمان کا معاشرہ ہی امن و سلامتی کا نمونہ ہوتا ہے۔جو اللہ کی راہ میں اپنی صلاحیتیوں۔معاشرہ میں عبادالرحمان کے بغیر کوئی معاشی پروگرام عملاً دستیاب نہیں ہو سکتا جو انسانوں کی عزتِ نفس اور آزادی کا بھی ضامن ہو۔جو معاش انسان کی عزتِ نفس اور آزادی کا ضامن نہیں اُس معاش سے موت بہتر ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں معاش کی نہیں نظریہ اور آزادی کی بنیاد پر تفرقہ بندی ہوتی ہے،تحریکیں چلتیں اور جنگیں ہوتیں ہیں۔عبادالرحمان کی ٹیکسٹ بک قرآن ہے۔قرآن کی دعوت غیراللہ کی بیساکھیوں کے بغیر خال خال ہے اور قرآن کی مفصل اور خود مکتفی دعوت دینے والی کوئی درس گاہ پوری دنیا میں نہیں ہے۔انسانی معاشرہ اپنے فلاحی پروگراموں سمیت جہنم رسید ہو رہا ہے۔اس لئے اللہ داعیٔ قرآن سے کہتا کہ اب اگر قرآن کا انکار کرنے والے اللہ کی بات نہیں مانتے تو تُو اعلان کر۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ترجمہ۔اعلان کرو اے قرآن کے نہ ماننے والو!۔(1)میں غلامی نہیں کرتا ہوں جن کی تم غلامی اختیار کررہے ہو۔(2)اور نہ تم غلامی اختیار کرنے والے ہو جس کی میں غلامی کر رہا ہوں(3)اور میں غلامی کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم نے غلامی کر لی ہے۔(4)اور نہ تم غلامی کرنے والے ہو جس کی میں غلامی کرتا ہوں۔(5)تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین قرآن(10/15) ہے۔(6) مذکورہ سورۃ میں قرآنی نظام کے مخالفین سے جو براءت کا اعلان اللہ کروا رہے ہیں اس کے بغیر معاشی نظام کے پروگرام کی اللہ کے ہاں کوئی قدروقیمت نہیں ہے۔ایک قرآن کا طالبِ علم خوب جانتا ہے کہ کسی بھی داعی قرآن کا باطل اور باطل پرستوں سے گٹھ جوڑ اُس کے ایمان اور دین کو خالص نہیں رہنے دے گا۔لہٰذا ضروری ہے کہ اُن پر واضح اعلان کر دیا جائے کہ تم اپنے دین پر عمل کرو مجھے میرے دین یعنی قرآن پر عمل کرنے دو۔امن سے رہو اور شرارت نہ کرو۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِى الْاَبْصَارِ..

فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ